دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ

جولائی - اگست - ستمبر 2019

ISSN 2320-8600

سہ ماہی مجلہ

المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

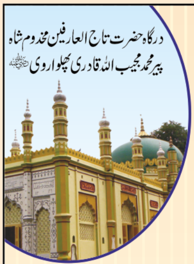

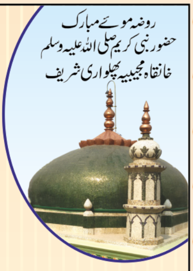

یوم ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پر مسرت موقع پر ہماری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیے

زیارت و عرس رسول اکرم ﷺ

عالم چہ شود ہم سرو ہمتائے محمد ۞ نور است ہمہ نور سراپائے محمد

حضرات! عظمت ومحبت رسول ﷺ، ایمان کی بنیاد ہے۔ خانقاہ مجیبیہ میں عشق وعظمت مصطفےٰ ﷺ کا سراج وہاج کئی صدیوں سے روشن ہے، نبی مکرم ﷺ کا عرس مبارک خانقاہ مجیبیہ کا سب سے مہتم بالشان اور بڑا عرس ہے۔ وہ ۱۲؍ربیع الاول کو پورے اہتمام واحترام کے ساتھ کئی صدیوں سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ تقریبات عرس شریف نبوی کا ایک اہم حصہ موئے مبارک زلف نبوی کی زیارت ہے اور یہ غیر معمولی احترام وعظمت اور جذبۂ عشق ومحبت کے ساتھ کرائی جاتی ہے۔ اس عظیم الشان مجمع میں زیارت موئے مبارک کا منظر دلوں کو عقیدت ومحبت رسول ﷺ کے جذبوں سے معمور کردیتا ہے۔

اس ایمان افروز اور روح پرور تقریب عرس سے اگر آپ فیضیاب ہو کر اپنے قلب کو عشق مصطفےٰ سے روشن کرنا چاہتے ہیں تو پروگرام عرس شریف یاد رکھیں۔ یوم ولادت نبوی ﷺ کے مبارک ومسعود موقع یہ روح پرور تقریب مسلمانوں کے لئے حصول فیض وبرکت کا سبب ہے۔

عرس نبوی ﷺ کے خاص معمولات

★ ۱۰؍ربیع الاول کو بعد نماز عشاء بیان سیرت النبی ﷺ۔

★ شب ۱۱؍ربیع الاول (آخر رات میں) چار بجے قل وفاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع، پھر اپنے وقت پر نماز فجر باجماعت پورے اجتماعی نظم وضبط کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع گیارہ بجے دن تک۔

★ ۱۱؍ربیع الاول کو بعد نماز عشاء جلسۂ سیرت النبی ﷺ۔

★ شب ۱۲؍ربیع الاول (آخر رات میں) چار بجے قل وفاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع نماز فجر سے پہلے تک، پھر نماز فجر اپنے آداب وشرائط اور جماعت کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع بارہ بجے دن تک، بعدہٗ آخری قل وفاتحہ۔

★ ۱۲؍ربیع الاول کو نماز ظہر ڈھائی بجے بعدہٗ موئے مبارک نبی کریم ﷺ کی زیارت، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے۔

عرس وزیارت کی تمام تقریبات حضرت صاحب سجادۂ خانقاہ مدظلہ کی شرکت، نگرانی اور سرپرستی میں انجام پاتی ہیں۔

★ آثار شریف کی زیارت ختم ہونے کے بعد نماز عصر اور بعد نماز مجلس سماع مغرب سے پہلے تک —— (اختتامی مجلس)

★ ۱۲؍ربیع الاول کی صبح کو ۷؍بجے سے ۱۰؍بجے تک خانقاہ کے زنانہ مکان میں مستورات کے لئے قدیم معمولات کے مطابق آثار شریف کی زیارت کا نظم کیا جاتا ہے۔

یہ معمولات ومراسم، بانی خانقاہ مجیبیہ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد پاک سے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو الفرد المجيب ولي النعم

اہل حق کا ترجمان اور امن وسلامتی کا پیامبر

سہ ماہی

المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

دینی، علمی وادبی مجلہ

ماہ : ذی القعدہ – محرم الحرام ۱۴۴۰/۴۱ھ

ماہ : جولائی – ستمبر ۲۰۱۹ء

مدیر : ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

نائب مدیر : ظفر حسنین

جلد نمبر ۵۹ ✦ شمارہ نمبر ۳

زر تعاون

فی شمارہ	:	-/40 روپے
سالانہ	:	-/150 روپے
سادہ ڈاک	:	-/200 روپے
رجسٹری ڈاک	:	-/400 روپے
پاکستان وبنگلہ دیش	:	-/500 روپے
دیگر ممالک	:	-/25$ امریکی ڈالر

مجلس ادارت

مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

مولانا محمد منہاج الدین مجیبی

پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی

پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید

محمد فصیح الدین عاصم قادری زینبی

سرکولیشن منیجر : محمد مقصود عالم مجیبی

مراسلت وترسیل زر کا پتہ

رابطہ : +91-9006306098

ایڈیٹر "المجیب" دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

فون نمبر : E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, (0612) 2555572, Telefax : 2555305

دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ

فہرست مضامین

• **لمعات**	ظفر حسنین	۳

مضامین و مقالات

• بہار کے ایک عظیم المرتبت محدث حضرت سید یسین......	طلحہ نعمت ندوی	۶
• تعزیر بالمال شریعت اسلامی کی روشنی میں	مولانا نور الحق رحمانی	۱۲
• مخدوم جہاںؒ بانی فاصلاتی نظام تعلیم	سید محمد نیر رضوی	۲۳
• سامی ادیان میں عائلی نظام کی بنیاد اور اس کی سرپرستی	ڈاکٹر ظفر دارک قاسمی	۳۶
• ملت کو ہے خطرہ ہمیں تشویش ہے، لیکن	ابوشہبا جعفری	۴۷
• منزل جاناں پہ تو پہنچا بہ صد مشکل سہی (چند دن......)	وارث ریاضی	۵۷

نقد و تبصرہ

• تعارف قرآن (مع سوالات و جوابات)	ظفر حسنین	۶۲

ادبیات

• کربلا	پروفیسر منیر فاروقی دربھنگویؒ	۶۴
• سلام بحضور امام عالی مقامؓ	جناب قمر وارثی	۶۵
• منقبت امام حسینؓ	جمال احمد جمال	۶۶
• نذر عقیدت بہ بارگاہِ امام علیہ السلام	مولانا شاہ ہلال احمد قادری	۶۷
• سلام بنام شہدائے کربلا	امتیاز الملک آسی سلطانی	۶۸
• استغاثہ بہ بارگاہِ حضرت امام عالی مقام علیہ السلام	امیمہ قادری	۶۹
• **کوائف و حالات**	ادارہ	۷۰

لمعات

• ظفر حسنین

اپنے گزشتہ شمارہ کے اداریے میں ہم نے کہا تھا کہ ۲۰۱۹ء کے عام انتخاب میں اگر ہم لوگوں نے سوچ سمجھ کر، پورے غور وفکر اور تدبر کے ساتھ ووٹ نہیں دیا تو آنے والے دن ہم سبھوں کے لئے بہت ہی تکلیف دہ اور نا قابل برداشت ہوں گے۔ ہم لوگوں نے عقل وسمجھ اور حکمت کا ثبوت نہیں دیا — یا تو ہم میں سے بڑی تعداد نے فاشسٹ جماعت کو ووٹ دیا، یا صرف اس کی مخالفت میں اپنے قیمتی ووٹ کو مختلف جماعتوں اور افراد کے درمیان اس طرح تقسیم کردیا کہ صرف ۳۲ر فیصد ووٹ لاکر ایک فاشسٹ، جمہوریت مخالف اور ملک دشمن جماعت برسر اقتدار آگئی اور پھر وہ سب ہونے لگا جس کی امید اس جماعت سے تھی یا پھر اس قدر ہونے لگا جس کی امید بھی نہیں تھی۔

ظاہر ہے کہ اس جماعت اور اس کے رہنما کا سب سے پہلا حملہ مسلمانوں پر ہوا۔ جانیں تو مسلمانوں کی ہر زمانہ اور ہر دور میں لی جاتی رہی ہیں لیکن اب دشمنوں کو یہ احساس ہوا کہ اس سے زیادہ فائدہ نہیں ہے۔ آبادی تو مسلمانوں کی گھٹتی نہیں ہے لاکھ فسادات کراؤ، بہتر ہے کہ ان کا تشخص، ان کی شاخت، تہذیب وتمدن اور ان کے دین پر حملے کئے جائیں غیر قانونی اور قانونی دونوں طریقے سے۔ اس کے لئے ان کے پاس دو تہائی اکثریت والی پارلیمنٹ موجود تھی، حزب اختلاف قبل ہی یتیم اور نیم جان تھا۔ اسے ڈرا دھمکا کر اور مقدموں میں پھنسا کر اور بھی لاچار اور بے اثر کر دینا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ اس لئے حملے شروع کر دیے گئے۔ سب سے پہلے مسلم پرسنل لاء پر حملہ ہوا۔ تین طلاق کو نہ صرف قانونی طور سے ختم کیا گیا بلکہ اس کے اطلاق کے خلاف ایک ایسا قانون بنایا گیا جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ یہ ایک ایسا جرم قرار پایا جو قانونی طور سے سرزد نہ ہونے پر بھی شوہر کو جیل کی ہوا کھلا دے اور بیوی کو در در کی ٹھوکر کھانے پر مجبور کر دے — اسی طرح کی ٹھوکر جیسے کچھ لوگ بیوی کو طلاق نہ دے کر سڑک پر ٹھوکر کھانے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ گویا برسر اقتدار جماعت نے مودی صاحب کو اس مسئلہ پر رول ماڈل بنا کر پیش کیا ہے کہ طلاق ولاق کے چکر میں کیوں پھنستے ہو بس شوہر کو چاہئے کہ بیوی سے اختلاف کی صورت میں اسے ٹھوکر مار کر باہر

کر دے اور زندگی بھر معلق چھوڑ دے۔گویا اسلام نے ازدواجی زندگی میں جس چیز کو سب سے ناپسندیدہ اور بڑا گناہ قرار دیا ہے اسی پر عمل کرنے کی ترغیب یہ قانون دے رہا ہے— یہ قانون نہ صرف لولا لنگڑا ہے بلکہ اندھا، بہرہ اور گونگا بھی جس کے دیرپا اثرات مسلمانوں پر پڑیں گے۔

سوال یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ بھی طلاق ثلاثہ کا مخالف ہے اس لئے اسے ختم کر دینا بہتر ہوا— بلکہ سوال یہ ہے کہ اسے زینہ بنا کر مسلم پرسنل لاء کو جو آئین کا ایک حصہ ہے ختم کرنے کی سازش اور جدوجہد شروع کر دی گئی۔اب دوسرا حملہ ایک سے زیادہ شادی، وراثت میں اسلامی قانون کا اطلاق اور دوسرے عائلی قوانین ہوں گے۔انہیں ختم کیا جائے گا اور ایک بڑا طبقہ مسلمانوں کا ان کی ہاں میں ہاں ملائے گا کیوں کہ وہ اسلامی تعلیمات اور قرآنی روح سے کوسوں دور ہیں اور اسی سے ان کا مفاد وابستہ ہے۔ایک طرف مسلمانوں کے عائلی قوانین میں زبردست سیندھ لگائی جارہی ہے وہیں مسلمانوں کے تشخص، ان کے تہذیب وتمدن اور ان کے دین ومذہب پر بھی حملے ہورہے ہیں۔اسلام کا تحفظ کرنے والے اور اسے فروغ دینے والے دینی مدارس کو تباہ وبرباد کرنے کی ہر سازش رچی جارہی ہے ایسی ہی ایک مثال کشمیر کی ہے۔جموں، کشمیر اور لداخ یہ تینوں مل کر ایک صوبہ تھا یہ واحد صوبہ تھا جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔اسے پلک جھپکتے تین حصوں میں بانٹ کر کشمیر کو مرکز کے زیر اثر کرکے بے اثر کر دیا گیا۔اس معاہدے کی صریحاً خلاف ورزی کی گئی جس کی رو سے مہاراجہ کشمیر اور شیخ عبداللہ نے مل کر جموں، کشمیر اور لداخ کا الحاق ہندوستان کے ساتھ کیا تھا۔یہ معاہدہ بھی بین الاقوامی حیثیت کا حامل تھا اور اسے یک طرفہ رد کرکے پوری دنیا میں ہندوستان کا مذاق اُڑایا گیا ہے۔اب کوئی بھی ہندوستان سے بین الاقوامی معاہدہ کرنے سے پہلے سو بار سوچے گا۔

آپ اس کا اندازہ لگائیے کشمیری مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ملک کے سارے مسلمانوں کی کیسی توہین ہورہی ہے۔ایک طرف کشمیر کے سارے رہنماؤں کو قید وبند کی صعوبتیں جھیلنی پڑ رہی ہیں بلاوجہ بلا اشتعال۔دوسری طرف بی جے پی والے انتہائی ڈھیٹائی سے کشمیر کی عورتوں (مسلمان عورتوں) کی بے عزتی کر رہے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں کوئی روکنے والا نہیں۔کشمیری عوام پر دفعہ ۱۴۴ اور کرفیو کے ذریعہ زبردست بندشیں لگائی گئیں کوئی اپنے گھر سے نہیں نکل سکتا چھوٹے چھوٹے بچے بھوک پیاس سے تڑپ رہے ہیں، ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔کشمیری عوام نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے تو احتجاج میں کوئی جلسہ جلوس بھی نہیں کیا۔ بس گھروں میں بند رہے اور ظلم وستم سہتے رہے۔دو تہائی کی اکثریت والی حکومت پہلے بھی بنتی رہی ہے، اندرا گاندھی کی بھی بنی اور راجیو گاندھی کی بھی لیکن کسی نے طاقت کا ایسا اندھا ناچ نہیں دکھایا۔ایمرجنسی اندرا گاندھی نے بھی لگائی، اس وقت جب ان کی منتخب حکومت کے خلاف جے پرکاش نرائن کی قیادت میں زبردست مخالف تحریک چلائی گئی تھی— وہ ایمرجنسی اعلانیہ اور آئین کی رو سے تھی۔لیکن آج ملک میں غیر اعلانیہ ایمرجنسی ہے۔فرق یہ ہے کہ اندرا گاندھی کے زمانے میں سارے آئینی عوامی ادارے بزور طاقت خاموش کر دیے گئے تھے آج سب پیسے کی زور پر خرید لئے گئے ہیں۔ہمارے ملک ہندوستان کی جمہوریت پسند عوام کو

سب سے گہرا دھکا ذرائع ابلاغ کو خرید کر لگا یا گیا۔ذرائع ابلاغ کے بڑے بڑے ادارے صرف حکومت کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔انہیں سچ بولنے کی، سچ لکھنے کی اور سچ دیکھنے کی ہمت نہیں رہ گئی ہے۔ملک کے سارے بکاؤ ذرائع ابلاغ چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ مودی حکومت نے ساٹھ دن میں وہ کر دکھایا جو دوسری حکومت ساٹھ سال میں نہیں کر سکی۔کیا کر دکھایا؟کشمیر، جو ہندوستان کا ایک اٹوٹ حصہ ہے اور جسے ساری دنیا بھول چکی تھی——اسے پھر بین الاقوامی مسئلہ بنا دیا۔آج دوبارہ اقوام متحدہ میں اس پر بحث ہو رہی ہے اور دنیا ایک بار پھر ہندوستان کے اس داخلی مسئلے پر دخل دینے پر مجبور ہوگئی ہے۔ایسا کیوں ہوا؟اپنے ہی ملک کے ایک حصے پر بلا اشتعال ظلم وجبر کر کے اور اسے بین الاقوامی مسئلہ بنا کر مودی حکومت کو کیا ملا؟اس کا جواب ملک کی برسر اقتدار جماعت اور اس کے رہنما کو دینا ہے،ہر حال میں دینا ہے۔برسر اقتدار جماعت نے آج صورت حال ایسی بنا دی ہے کہ جب کشمیر جلتا ہے تو بی جے پی کا ایک خاص طبقہ خوشیاں مناتا ہے۔جب کشمیر جنت نظیر کے گلستانوں، پھول کی کیاریوں اور باغ و بہار پر خون کے چھینٹے گرتے ہیں اور خزاں کے منحوس سائے پڑتے ہیں تو یہ طبقہ خوشی سے جھوم اُٹھتا ہے کہ ان کی سالہاسال کی محنت رنگ لا رہی ہے—— کیا وادی کو ہندوستان سے الحاق کرانے والوں نے اسی کشمیر کا خواب دیکھا تھا؟کیا ان کی قسمت میں وادی کے لہلہاتے پھول اور جھومتی ہوائیں،فضائیں نہیں بلکہ جیل کی تاریک کوٹھیاں ہیں؟کس جرم میں؟کیا کشمیر کو کشمیر بنائے رکھنے اور اس کی کشمیریت قائم رکھنے کے جرم میں؟یا اسے پاکستان کے ہتھکنڈوں سے بچائے رکھنے کے جرم میں؟

مودی جی! آپ نے اور آپ کے گرگوں نے بہت کچھ کر دیا۔ملک کی معیشت تباہ و برباد کر دی، ہزاروں سال کی گنگا جمنی تہذیبی وراثت کو لہولہان کر دیا، دو فرقوں کے درمیان ایسی وسیع خلیج حائل کر دی جسے پُر کرنا ناممکن ہے۔ملکوں ملکوں گھوم کر آپ نے اپنے لئے توصیفی سند تو ضرور حاصل کیا لیکن بین الاقوامی سطح پر ملک کو شرمسار اور رسوا بھی کر دیا۔آپ کو بلا بلا کر توصیفی سند دینے والے عرب ممالک کا جہاں تک تعلق ہے اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ ان کو آپ کے دامن پر کوئی چھینٹ اور خنجر پر کوئی داغ نظر نہیں آتے۔یہ وہی عرب ہیں ناجن کے بارے میں بڑی اچھی بات ایک صاحب نے ٹویٹ کی ہے کہ ”میں ہمیشہ یہ سوچتا رہا کہ وہ عرب کیسے تھے جنہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں یزید کا ساتھ دیا لیکن آج کے عرب کے لوگوں کو دیکھ کر میرے سوال کا جواب مل گیا“۔

مودی جی! آپ عرب ممالک کے توصیفی اسناد کو بھلے سینے پر سجا کر رکھئے لیکن ذرا گردن جھکائیے اور سینے میں جھانک کر دیکھئے کہ کیا واقعی آپ اس کے مستحق ہیں؟یا ملک کے مسلمانوں کے دلوں میں جھانک کر دیکھئے کہ وہ آپ کے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں؟

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

بہار کے ایک عظیم المرتبت محدث
حضرت سید یٰسین سامانویؒ

● طلحہ نعمت ندوی ــــ استھانواں، بہار شریف، نالندہ

خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے بزرگوں نے علم حدیث میں جن محدثین کے توسط سے کسب فیض کیا ہے ان میں ایک اہم نام حضرت سید یسین سامانویؒ کا بھی ہے۔مشائخ پھلواری کے علاوہ بھاگلپور کے مشہور بزرگ حضرت شہباز دیوروی ثم بھاگلپوری بھی انہیں کے مسترشد تھے،لیکن ان کے حالات بہت زیادہ نہیں ملتے۔راقم کی نظر سے ان کا ذکر سب سے پہلے علامہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ کے سلسلۂ مضامین ''ہندوستان میں علم حدیث'' میں گذرا،جس میں سید صاحب نے منتخب التواریخ کے حوالہ سے چند سطروں میں ان کا ذکر کیا،پھر اسی سلسلۂ مضمون کی تیسری قسط میں لکھا:''اوپر دور اکبری کے محدثین میں ایک نام سید یسین گجراتی کا گذرا ہے،جو عرب جا کر اس سرچشمہ سے بہرمند ہوئے تھے،واپس آئے تو پہلے پانچ دریاؤں والی زمین (پنجاب) کو سیراب کیا،پھر تذکروں میں لکھا ہے کہ اس کے بعد وہ بنگالہ کے ملک کو چلے گئے،اس کے بعد ان کا پتہ نہیں چلتا،لیکن خوش قسمتی سے پھلواری شریف سے سند حدیث کا ایک قلمی نسخہ ہاتھ آیا ہے،جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سید موصوف یہاں سے بہار گئے اور وہاں اس فیض کو جاری کیا''۔(۱)

سید صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ سند انہیں حضرت شاہ سلیمان پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی تھی۔اس وقت تک مولانا سید عبدالحی حسنی کی نزہۃ الخواطر شائع نہیں ہوئی تھی،اس میں بھی حضرت شاہ سلیمان پھلواروی کے حوالہ سے اس سند کا ذکر ہے۔نیز حضرت شاہ شہباز بھاگلپوری کے تلمذ کا بھی ذکر ہے جس کی اطلاع شاید سید صاحب کو بھی نہیں تھی۔کاش کہ سید صاحب کو اس کا علم ہوتا کہ وہ جس شخصیت کے متعلق یہ تحقیق پیش کر رہے ہیں،وہ انہی کے شہر بہار شریف میں آسودۂ خاک ہے،تو شاید اس وقت مزید ان کی مسرت میں اضافہ ہوتا۔

بعد میں راقم کو جب اس کا علم ہوا تو وطنی نسبت کی بنا پر مزید ان کے حالات معلوم کرنے کا خیال آیا، بہار شریف کے بعض قدیم خانوادوں کے اہل علم سے مزید ان کے متعلق بعض واقعات معلوم ہوئے، نیز اس کا بھی علم ہوا کہ ان پر بھاگلپور سے ایک کتاب بھی شائع ہوئی ہے، اس کی جستجو میں لگ گیا لیکن جب وہ ہاتھ آئی تو ''کوہ کندن وکاہ برآوردن'' کا مصداق ثابت ہوئی، اس چندورقی کتابچہ کے ذریعہ مصنف نے صرف اپنے شوق تصنیف کی تکمیل کی ہے، اور جو حالات معمولی جستجو سے مل سکتے تھے اور سید صاحب وغیرہ کی تحریروں میں موجود تھے ان کے بارے میں بھی انہوں نے عقل کے گھوڑے دوڑا کر کام چلایا ہے۔

بہر حال راقم کے مطالعہ میں اب تک ان کے جو حالات آسکے وہ نذر قارئین ہیں۔

حضرت صاحب سوانح کے حالات عام طور پر تاریخوں میں بہت کم ملتے ہیں۔ اب تک دستیاب مواد کے مطابق سب سے پہلے ان کا ذکر ان کے معاصر اور عہد اکبری کے مشہور مؤرخ ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی مشہور کتاب ''منتخب التواریخ'' میں کیا ہے، جو صرف چار سطروں میں ہے، اس کے اخیر میں لکھا ہے کہ ''فی الحال بنگالہ کی سیر کر رہے ہیں''۔ بدایونی نے اپنی یہ تاریخ ۱۰۰۴ھ میں مکمل کر لی تھی اس لئے قیاساً یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے گیارہویں صدی کے اوائل اور دسویں صدی کے اواخر کا حصہ پایا، اس لئے کہ ان کے شیخ شیخ وجیہ الدین ۹۹۸ھ میں وفات پا چکے تھے۔

اس وقت بنگالہ اور بہار تقریباً ایک ہی سمجھا جاتا تھا بالخصوص دور کے اہل علم عام طور پر دونوں کو ایک ہی سمجھتے تھے، اس لئے عجب نہیں کہ ان کے سفر بہار ہی کو بنگال کا سفر قرار دیا گیا ہو، کیوں کہ ان کے قیام بہار کے حالات جتنے مشہور ہیں ان کے مقابلہ میں بنگال کا کوئی واقعہ نہیں ملتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ دن وہ بنگال میں رہے ہوں۔ بہار میں بھی پہلے انہوں نے جس علاقہ کو اپنے وجود سے سرفراز فرمایا اور وہاں کے اہل علم کو مستفید فرمایا وہ مونگیر اور بھاگلپور کے علاقے ہیں جو بنگال کی سرحد پر ہیں اس لئے ممکن ہے انہی شہروں کو بنگال کا علاقہ سمجھ لیا گیا ہو۔ بہار کے تذکروں میں بھی ان کا نام کہیں نہیں ملتا، اس لئے ان کی تاریخ پیدائش، والد کا نام اور اس طرح دیگر تفصیلات کا ہمیں علم نہیں ہوسکا۔ چند جزوی معلومات حضرت شہباز بھاگلپوری کے تذکروں میں ملتی ہیں۔

سب سے پہلے ان کے وطن کے متعلق سوال اٹھتا ہے، ملا بدایونی نے اپنی تاریخ میں صرف ''سید یسین'' لکھا ہے، مولانا سید عبدالحی حسنی نے نزہۃ الخواطر میں ان کی نسبت ''السید یسین السامانوی'' لکھ کر ان کی نسبت کے متعلق پنجاب کے مشہور علمی قصبہ ''سامانہ'' کی طرف اشارہ کیا ہے، مولوی رحمان علی نے ''تذکرہ علمائے ہند'' کے عنوان میں ''سید یسین گجراتی'' لکھا ہے، اور انہی کی اتباع میں سید صاحب نے بھی اپنے مضمون محولہ بالا میں گجراتی نسبت کے ساتھ ہی ہر جگہ ان کا ذکر کیا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے ان کا وطن سامانہ بتایا ہے یا ان کی نسبت سامانوی لکھی ہے وہ بھی ان کے سامانہ میں قیام کا کوئی ذکر نہیں کرتے، نہ ہی ان کے بنی عم سید میر کے سامانہ میں قیام کا کوئی ذکر کرتے ہیں، لیکن وہ ان کے بنی عم کو بھی اسی نسبت سے یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ

مولانا سید عبدالحی حسنی نے دونوں کی نسبت سامانوی لکھی ہے ،دونوں کے متعلق مولانا سید عبدالحی کی اطلاعات ملا عبدالقادر بدایونی کی منتخب التواریخ کے بیانات کی نقل ہیں،،بس چند جزوی اضافے ہیں جو دیگر کتابوں سے لئے گئے ہیں،ملا بدایونی نے ''سید شاہ میر سامانہ'' لکھا ہے اوراس کے بعد ''سید یسین'' لکھ کر حضرت کے حالات لکھے ہیں،اس میں لکھا ہے کہ وہ شاہ میر کے بنی اعمام میں تھے،لیکن کسی کے تذکرہ میں سامانہ سے کسی نسبت کا ذکر نہیں ہے۔حضرت یسین کے بنی عم سید میر کے ذکر میں مولانا سید عبدالحی نے لکھا ہے کہ وہ پہلے گجرات آئے تھے، پھر وہاں سے آگرہ آگئے،لیکن منتخب التواریخ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا ،یہ ممکن ہے کہ ان کا خاندان باہر سے پہلے گجرات آیا ہو پھر وہاں سے سامانہ میں آباد ہوا ہو، پھر آگرہ منتقل ہوگیا ہو۔ممکن ہے اس کے بعد پھر اس کی کوئی شاخ گجرات منتقل ہوگئی ہو۔کیوں کہ حضرت سید یسین نے گجرات ہی میں حضرت شاہ وجیہ الدین گجراتی سے علم وطریقت دونوں کی تحصیل کی،اس لئے بعید نہیں کہ گجرات سے ان کا کسی حد تک تعلق رہا ہو۔

مولانا عبدالحی حسنی کے بقول سید شاہ میر (جو حضرت یسین کے بنی اعمام میں ہیں) کا سلسلۂ نسب مشہور عالم ومصنف میر سید شریف زین الدین علی جرجانی سے ملتا ہے،مولانا نے ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: السید میر بن محمد بن معین بن اشرف الشیرازی ثم الھندی الا کبرآبادی (۲)۔پتہ نہیں حضرت یسین سے ان کا سلسلۂ نسب انہی ناموں میں سے کسی میں جا کر ملتا ہے یا ان کے بعد۔

بہر حال حضرت نے گجرات میں اکتساب علم ومعرفت کے بعد علم حدیث کی مزید تحصیل وتکمیل کے لئے سرزمین عرب کا رخ کیا۔

منتخب التواریخ کی عبارت ہے :

''بشرف زیارت حج اسلام مشرف گشتہ،وعلم حدیث آں جا حاصل کردہ اجازت یافت،وبازگشتہ بہ ہند آمد''۔(۳)

ترجمہ : حج وزیارت سے شرفیاب ہوئے،اور وہاں علم حدیث کی تحصیل کرکے اجازت حاصل کی اور پھر ہندوستان آگئے۔

ہندوستان واپس آکر انہوں نے افادۂ خلق کے لئے پنجاب کی سرزمین کا انتخاب فرمایا،اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے اس سرزمین سے ان کا کوئی تعلق رہا ہوگا،چنانچہ پہلے انہوں نے شہر لاہور کا انتخاب فرمایا اور وہاں ایک مدت تک درس وافادہ میں مشغول رہے،اس کے بعد سرہند چلے گئے اور وہاں جا کر مکمل درویش ہوگئے،اور لباس فقیری اختیار کرلیا اور افادہ وتربیت خلق میں مشغول رہے،وہاں سے وہ پھر گجرات ہو کر عرب جانا چاہتے تھے لیکن یہ ممکن نہ ہوسکا تو بہار و بنگال تشریف لے گئے۔

ان کے زمانہ قیام عرب کے بعض واقعات ان کے مسترشد وخلیفہ حضرت شہباز بھاگلپوری کے حالات میں درج ہیں، لیکن یہ کتابیں بہت بعد کی تصنیف ہیں اس لئے ان کی صحت کے بارے کوئی قطعی فیصلہ کرنا مشکل ہے،ایک حکایت تذکرہ

خاندان باقری مصنفہ مولانا باقر حسن آروی کے حوالہ سے سوانح حضرت یٰسین (مذکورہ بالا) میں ذکر کی گئی ہے۔اس کتاب کا فارسی اقتباس بھی نقل کیا گیا ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت یٰسین نے کوئی غلطی کی تھی جس کی وجہ سے ان کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا، وہ اس کی تلافی اور توبہ کے لئے حج وزیارت کی نیت سے حجاز روانہ ہوئے اور وہاں بارہ سال روضہ رسول پر اپنی داڑھی سے جاروب کشی کی۔اسی کتاب کی اطلاع کے مطابق انہیں مدینہ منورہ میں ہی یہ حکم ملا تھا کہ ہندوستان کے شہر مونگیر جا کر مولانا شہباز سے بیعت ہو جاؤ،لیکن وہ آئے تو خود حضرت شہباز ہی ان سے بیعت ہو گئے، دونوں کی ملاقات مونگیر کے قریب کھڑگ پور میں ہوئی، لیکن یہ واقعات قابل اعتنا واعتماد نہیں معلوم ہوتے۔اسی کتاب کے مطابق خود حضرت شہباز سے پھر حضرت سید یٰسین کے بھتیجے سید نظام الدین حیدر بیعت ہوئے تھے، جو ممتاز علماء میں تھے اور پھر بعد میں شاہجہاں نے ان کو دہلی میں معزز منصب پر فائز کیا تھا۔(۴)

حضرت سید یٰسین سامانوی کا انتقال شہر بہار شریف میں ہوا، بہ مقام خندق ان کی قبر معروف ہے۔ان کا انتقال کب ہوا، وہ بہار شریف میں کیسے آئے اور کتنے دن رہے، کیا انہوں نے بہار شریف ہی میں اپنی خانقاہ بھی قائم کی تھی؟ ان تمام سوالوں کا جواب تشنۂ تحقیق ہے، ان کے مدفن کے سلسلہ میں سب سے قدیم اور مستند شہادت مولانا محمد نصیر کی وہ عرضداشت ہے جو انہوں نے شاہزادہ عظیم الشان کے سامنے پیش کی تھی اور مشائخ اور بزرگوں کے مزارات کی اصلاح ومرمت کی طرف توجہ دلائی تھی، اس میں حضرت سید یٰسین دانشمند قصبہ بہار کا بھی ذکر موجود ہے۔(۵)

انہی مولانا نصیر کی قلمی فارسی کتاب ”حقیقت قبور مشائخ بہار“ کا حوالہ حضرت یٰسین کی مذکورہ بالا نامکمل سوانح میں بھی موجود ہے، یہ کتاب بھاگلپور کے خانقاہ شہبازیہ محلہ ملا چک میں موجود ہے، معلوم نہیں یہ اور محولہ بالا عرضداشت دونوں ایک ہی چیز یں ہیں یا اسی عرضداشت کی اس کتاب میں تفصیل ہے۔اس کی عبارت ہے :

”حضرت سید یٰسین دانشمند محدث قدس سرہ، نسب ایشان بہ حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ منتہی است۔دوازدہ سال جاروب کشی روضۂ رسول کرد، خارق عادات وکرامات از سید مذکور است۔در قصبہ بہار عملہ پرگنہ تحویل سرکار صوبہ مذکور مدفونست۔مقبرہ پختہ شکستہ دارد......فرزندان سید مذکور عرس از خود می کنند“۔(۶)

ترجمہ : حضرت سید یٰسین دانشمند محدث قدس سرہ۔ان کا نسب حضرت امام موسیٰ رضا تک جا ملتا ہے، انہوں نے بارہ سال روضۂ رسول کی جاروب کشی کی، حضرت سید مذکور کی کرامات مشہور زمانہ ہیں، قصبہ بہار پرگنہ حویلی میں مدفون ہیں۔مقبرہ پختہ اور شکستہ ہے،......سید مذکور کے فرزندان خود عرس کرتے ہیں۔

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یٰسین کا سلسلہ حضرت امام موسی کاظم اور امام علی رضا سے ملتا ہے، اور ان کی اولادیں بھی تھیں۔جب کہ مولانا سید عبد الحی حسنی کی تصریح گذر چکی کہ ان کا سلسلہ سید شریف جرجانی سے ملتا ہے جو مشہور مصنف تھے اور ان کا سلسلہ زیدی ہے، واللہ اعلم کچھ کہنا مشکل ہے کہ غلطی مولانا عبد الحی صاحب سے ہوئی یا بعد کی روایات درست نہیں،

ویسے مولانا عبدالحی صاحب نے بھی اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔حضرت یسین نے شیخ وجیہ الدین سے اکتساب علم واستفادہ باطن دونوں کیا تھا،حضرت وجیہ الدین سلسلہ شطاریہ کے اہم رکن اور شاہ غوث گوالیاری شطاری کے ممتاز خلفاء میں ہیں،ان کا سلسلہ سند بھی ان کی سوانح میں موجود ہے،نیز حضرت شاہ وجیہ الدین ممتاز محدث تھے،اور علامہ سخاوی کے بہ یک واسطہ شاگرد، لیکن حضرت یسین نے عالم عربی میں کن بزرگوں سے استفادہ کیا اس کا پتہ نہیں چلتا ،بہ ظاہر اس سفر میں خود حضرت شاہ وجیہ الدین کا اشارہ شامل رہا ہوگا،موصوف حضرت شاہ عبدالحق دہلوی کے معاصر ہیں اس لئے عجب نہیں کہ جن بزرگوں سے حجاز میں حضرت شاہ صاحب نے استفادہ کیا تھا انہی سے شیخ یسین نے بھی اکتساب حدیث کیا ہو،جن میں سب سے نمایاں نام اس وقت کے حضرت شاہ کے استاذ شیخ عبدالوہاب متقی تھے جو شیخ علی متقی کے شاگرد تھے۔ان کے حوالہ سے جو سند حدیث موجود ہے اس میں انہیں ''شیخ المحدثین المشتہر فی الشرق والصین مولانا سید یسین المحدث'' کہا گیا ہے، پتہ نہیں انہوں نے کچھ دن چین میں بھی گذارے تھے، یا چین کے کسی عالم نے ان سے اس علم کی تحصیل کی تھی ،یا پھر یونہی قافیہ پیمائی کے لئے یہ لفظ بڑھایا گیا ہے۔واللہ اعلم۔

حضرت یسین کے سلسلہ کی جو سند خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں موجود ہے،علامہ سید سلیمان ندویؒ کے بقول ''اس سلسلہ سند سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ المحدثین مولانا سید یسین کے درس سے وہاں حافظ الوقت مولانا شیخ عبدالرزاق نامی ایک بزرگ نے فائدہ اٹھایا،اور ان سے شیخ الوقت مولانا عبدالنبی نے،اور ان کے صاحب زادے مولانا عبدالمقتدر محدث نے،اور ان سے ان کے بھتیجے اور شاگرد محمد عتیق بن عبدالسمیع بہاری نے،اور ان ہی کی دی ہوئی یہ سند ہے جو پھلواری میں محفوظ ہے......مولانا محمد عتیق بہاری کے تلامذہ میں شیخ محمد وجیہ بن شیخ امان اللہ جعفری پھلواروی ہیں،ان ہی کو یہ سند دی گئی تھی''۔(۷)

وہ سند یہ ہے :

بسم اللہ الرحمن الرحیم ،الحمد للہ رب العالمین ،والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیین محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ واهل بیتہ والتابعین ومن تبعهم الی یوم الدین ۔ اما بعد ، فیقول العبد المتوسل الی اللہ الغنی بذریعة الحدیث النبوی محمد عتیق بن عبدالسمیع البهاری ،قد شرفنی اللہ تعالی بقراء ۃ کتب الاحادیث ومنّ علیّ بکثرۃ شغلها وطول خدمتها وتفضل علیّ بتعلیمها وتبلیغها الی طالبها ،وقد قرأها علیّ اجازنی بذلك شیخی وسیدی واستاذی وعمی ملا عبدالمقتدر المحدث قدس سرہ، کما قرأ علیه بذلك شیخه ووالدہ شیخ الوقت مولانا عبدالنبی قدس سرہ وقرأ علیه واجازہ بذلك حافظ الوقت مولانا الشیخ عبدالرزاق قدس سرہ ، وقرأ علیه واجازہ بذلك شیخ المحدثین المشتهر فی الشرق والصین مولانا سید یسین المحدث(۸)

حواشی :

(۱) مقالات سلیمان، جلد دوم،ص:۳۱۔

(۲) نزہۃ الخواطرج:۴،ص:۱۱۹۔

(۳) منتخب التواریخ، ج:۳،ص:۱۱۲بہ حوالہ،مقالات سلیمان، دوم،ص:۱۹۔

(۴) دیکھئے تذکرہ حالات خاندان شہبازی از باقرحسن آروی قلمی بحوالہ احوال زندگانی حضرت سید یسین السامانوی الدہلوی ثم بہاری از اسلام احمد شاہی بھاگلپوری مطبوعہ اکبرنگر بھاگلپور۔

(۵) بہار میں اردو زبان وادب کا ارتقاء از اختر اورینوی،ص:۸۶۔

(۶) کتاب احوال زندگانی حضرت سید یسین سامانوی،ص:۸۔

(۷) مقالات سلیمان، ج:۲،ص:۳۱۔بہت سی کتابوں کے حوالے تفصیل کے ساتھ اس مضمون میں نہیں نظر آئیں گے،ان کتابوں میں حضرت یسین کے تذکرہ میں ان کے حالات دیکھ لئے جائیں۔

(۸) یہ سند تذکرۃ الکرام مولانا شاہ ابوالحیاۃ پھلواروی کے قدیم ترجمہ واضافہ از حکیم شعیب صاحب میں درج ہے جس کی طرف مولانا شاہ ہلال احمد قادری صاحب نے توجہ دلائی اوران ہی کی توجہ سے ہمیں یہ سند حاصل ہوئی۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

شرح اشتہار

سہ ماہی مجلہ المجیب

میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

ملٹی کلر اشتہار

پشت سرورق	مکمل صفحہ	8,000/-	نصف صفحہ	4,000/-	چوتھائی صفحہ	2,000/-
اندرون سرورق	مکمل صفحہ	7,000/-	نصف صفحہ	3,500/-	چوتھائی صفحہ	1,750/-

سادہ اشتہار

اندرون مجلہ	مکمل صفحہ	5,000/-	نصف صفحہ	2,500/-	چوتھائی صفحہ	1,250/-

خواہش مند حضرات اپنے اشتہارات کے ساتھ پیشگی رقم کا چیک یا ڈرافٹ ادارہ کو پہلی فرصت میں مرحمت فرمائیں تاکہ ان کے آرڈر کو حتمی شکل دی جاسکے۔ چیک یا ڈرافٹ کے ذریعہ رقم ارسال کرتے وقت صرف "DARUL ESHA'AT" تحریر کریں۔

تعزیر بالمال شریعت اسلامی کی روشنی میں

● مولانا نورالحق رحمانی — استاذ المعہد العالی للتدریب فی الافتاء والقضاء، امارت شرعیہ پٹنہ

سوال نمبر(۱) تعزیر بالمال کا مفہوم کیا ہے؟

جواب : جن جرائم کی سزائیں شریعت نے مقرر کر دی ہیں ان کے لئے اصطلاح میں حدود کا لفظ استعمال ہوتا ہے، حدود میں حد زنا، حد سرقہ، حد قذف اور حد شرب خمر داخل ہے اور قتل عمد کی صورت میں قصاص کا حکم ہے، اگر کوئی شخص کسی ایسے جرم کا مرتکب ہو جس کی سزا شریعت کی طرف سے مقرر نہیں ہے تو اس کے لئے تعزیر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، یعنی ایسے مجرم کے ساتھ تادیبی کارروائی کی جائے گی اور یہ سزا قاضی، حاکم، حکومت کے ارباب حل وعقد اور ذمہ داروں کی صوابدید پر موقوف ہے تاکہ وہ مجرم کے حالات اور جرم کی نوعیت کو دیکھ کر کوئی مناسب سزا تجویز کریں یہ سزا زبانی فہمائش اور زجر وتوبیخ بھی ہو سکتی ہے اور مار پیٹ اور حبس وقید بھی اور مالی تاوان بھی۔

معجم لغۃ الفقہاء میں ہے :

تعزیر : المنع ویسمی التادیب الذی دون الحد تعزیرا، لانہ یمنع الجانی من معاودۃ الذنب۔ مایقدرہ القاضی من العقوبۃ علی جریمۃ لم یرد فی الشرع عقوبۃ مقدرۃ علیہا۔ (۱۱۷/۲)

لغت میں تعزیر کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں، اور وہ تادیبی کارروائی جو حد سے کم ہو اسے تعزیر کہا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ مجرم کو دوبارہ جرم کرنے سے روکتی ہے۔

اصطلاح شریعت میں کسی ایسے جرم کی سزا کو تعزیر کہا جاتا ہے جس کی سزا شریعت میں مقرر نہیں ہے، قاضی یا حاکم اپنی صوابدید کے مطابق اس کی سزا تجویز کرتا ہے اور تعزیر بالمال کا مطلب ہوا مالی سزا، یعنی حدود کے علاوہ کسی جرم پر کوئی مالی سزا مقرر کی جائے تاکہ مجرم کو اس سے عبرت ہو اور وہ دوبارہ اس غلطی کا مرتکب نہ ہو۔

علامہ ابن القیم لکھتے ہیں :

واما التعزیر ففی کل معصیة لا حد فیھا ولا کفارة۔ (اعلام الموقعین : ج: ۲، ص: ۱۱۷)

ترجمہ : تعزیر ہر ایسی معصیت پر ہے جس میں نہ حد ہے، نہ کفارہ۔

عام طور پر تو تعزیر بالمال اور تعزیر باخذ المال' ایک ہی مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے، البتہ کہیں کہیں اخذ مال کے ساتھ اتلاف مال اور اہلاک مال کی تعبیر استعمال کی گئی ہے، مثلا الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے: وعند الحنابلة یحرم التعزیر بأخذ المال او اتلافه۔ (۲۷۱) اس صورت میں تعزیر بأخذ المال کا مطلب مالی تاوان عائد کرنا اور مجرم کے مال کو لے لینا ہے اور اتلاف مال یا اہلاک مال کا مطلب اس کے مال کو ہلاک کر دینا اور ضائع کر دینا ہے جیسا کہ ملاوٹ والے دودھ، گھی اور شہد وغیرہ کو بہا دینا" یا مال کی صورت تبدیل کر دینا، جیسے آلات لہو کو توڑ دینا جائز ہے۔

اور صورت مسئلہ میں اس فرق کی وجہ سے یہ اثر پڑے گا کہ جو لوگ مالی تعزیر کو بالکلیہ جائز کہتے ہیں ان کے نزدیک مجرم کے مال کو لے لینا یا اسے ہلاک کر دینا یا اس کی صورت تبدیل کر دینا سب جائز ہے، لیکن جو حضرات تعزیر مالی کے قائل نہیں ہیں جیسے حنفیہ میں سے طرفین تو ان کے نزدیک اس کے مال پر قبضہ کرنا اور اسے لے لینا جائز نہیں ہے، البتہ مال کو ضائع کر دینا یا اس کی صورت تبدیل کر دینا جیسے آلات لہو کو توڑ دینا جائز ہے۔

سوال نمبر (۲) تعزیر بالمال کی بابت حنفیہ کا معروف مذہب کیا ہے؟

جواب : تعزیر بالمال کی بابت حنفیہ کا معروف مذہب عدم جواز کا ہے۔

الأصل فی مذھب ابی حنیفة ان التعزیر بأخذ المال غیر جائز، فأبوحنیفة ومحمد لا یجیز انه، بل ان محمدا لم یذکرہ فی کتاب من کتبه۔ (الموسوعة الفقھیه، ج: ۱۲، ص: ۲۷۰)

ترجمہ : امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں اصل یہ ہے کہ تعزیر مالی ناجائز ہے، امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ اسے جائز قرار نہیں دیتے ہیں بلکہ امام محمدؒ نے اپنی کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔

سوال نمبر (۳) تعزیر بالمال کی بابت ائمہ حنفیہ میں کس کا قول جواز کا ہے اور اس کی کیا حیثیت ہے؟

تعزیر مالی کے سلسلہ میں امام ابو یوسفؒ اور علامہ ابن نجیم مصری کا قول جواز کا ہے، بشرطے کہ اس میں مصلحت ہو، اور دلائل کی رو سے یہی قول راجح ہے اور متاخرین حنفیہ میں سے بہت سے حضرات نے اسی کے مطابق فتوی دیا ہے۔

اما ابو یوسف فقد روی عنه: ان التعزیر باخذ المال من الجانی جائز ان رؤیت فیه مصلحة ۔ (الموسوعة الفقھیه، ج: ۱۲، ص: ۲۷۰)

ابوحنیفہؒ ثانی علامہ ابن نجیم مصری تحریر فرماتے ہیں :

وفی الخلاصة: سمعت من ثقة ان التعزیر بأخذ المال ان رای القاضی ذالك أو الوالی جاز

ومن جملة ذلك رجل لایحضر الجماعة یجوز تعزیره بأخذ المال له۔ (البحر الرائق، ج:۴، ص: ۴۱، فصل فی التعزیر)

ترجمہ : خلاصہ الفتاوی میں ہے: میں نے ایک ثقہ سے سنا کہ قاضی یا والی اگر مناسب سمجھے تو مالی تعزیر جائز ہے اور اسی کے من جملہ یہ ہے کہ کوئی شخص اگر نماز کی جماعت میں نہ آتا ہو تو مال لے کر اس کی تعزیر جائز ہے۔

بعینہ یہی بات فتاوی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الھندیہ ج ۶ ص ۴۲۷ کتاب الحدود، اور فتاوی تاتارخانیہ ج ۵، ص ۱۴۰، کتاب الحدود والتعزیر میں بھی ہے۔ صاحب معین الحکام علامہ علاء الدین طرابلسیؒ نے بھی تعزیر مالی کو جائز کہا ہے۔

ماضی قریب کے محقق علماء اور موجودہ ارباب افتاء میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مفکر اسلام مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بانی امارت شرعیہ، مفتی تقی عثمانی، ڈاکٹر وھبہ زحیلی، مولانا مجیب اللہ ندوی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی رضاء الحق صاحب فتاوی دارالعلوم زکریا افریقہ وغیرہ تعزیر مالی کے جواز کے قائل ہیں۔

سوال نمبر (۵) ائمہ ثلاثہ یا مذاہب ثلاثہ کے فقہاء کے اقوال اس بابت میں کیا ہیں؟ کیا ان مذاہب میں اس بابت کچھ گنجائش منقول ہے؟

جواب : امام مالک اور مذہب مالکی کا مشہور قول تعزیر مالی کے جواز کا ہے۔

أما فی مذهب مالك فی المشهور عنه فقد قال ابن فرحون: التعزير بأخذ المال قال به المالكية وقد ذكر مواضع مخصوصة يعزر فيها بالمال۔ (الموسوعة الفقهیه، ج: ۱۲، ص: ۲۷۰)

امام شافعیؒ کے قول قدیم کی رو سے مالی تعزیر جائز ہے، اور قول جدید کی رو سے جائز نہیں ہے۔

لایجوز التعزیر بأخذ المال فی مذهب الشافعی الجدید، وفی المذهب القدیم یجوز ۔ (الموسوعة الفقهیه، ج: ۱۲، ص: ۲۷۰)

ڈاکٹر وھبہ زحیلی شافعی مرحوم نے اپنی مشہور تصنیف الفقہ الاسلامی وآدلتہ“ میں دلائل کی روشنی میں تعزیر مالی کو جائز قرار دیا ہے اور اس کے منسوخ ہونے کے دعوی کی تردید کی ہے اور خلفاء راشدین اور بعد کے ائمہ کرام کے عمل سے اس کو ثابت کیا ہے، بنیاد ان کے نزدیک ہر ملک اور ہر دور کی مصلحت ہے۔

والصواب انه یختلف باختلاف المصالح ویرجع فیه الی اجتهاد الائمة فی کل زمان ومکان بحسب المصلحة اذ لادلیل علی النسخ وقد فعله الخلفاء الراشدون ومن بعدهم من الائمة۔ (الفقه الاسلامی وادلته، ج: ۶، ص: ۲۰۵)

امام احمد بن حنبل کے سلسلے میں دونوں قسم کے اقوال مروی ہیں، مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب تقریر ترمذی میں لکھتے

ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے تعزیر بالمال کو جائز قرار دیا ہے،حنفیہ میں امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت ہے کہ تعزیر بالمال جائز ہے،لیکن تعزیر بالمال کے عدم جواز پر کوئی صریح دلیل مجھے نہیں ملی...... چنانچہ بعض متاخرین حنفیہ نے امام ابو یوسف کے قول کو راجح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ تعزیر بالمال جائز ہے—(تقریر ترمذی:۱۱۸/۲)

لیکن الموسوعة الفقهیه میں حنابلہ کی طرف تعزیر بالمال یا اتلاف مال کے عدم جواز کے قول کو منسوب کیا گیا ہے......وعند الحنابلة یحرم التعزیر باخذ المال او اتلافه لان الشرع لم یرد بشئی من ذلك عمن یقتدی به۔

(الموسوعة الفقهیه، ج:۱۲،ص:۲۷۱)

لیکن علامہ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ ابن القیم نے امام احمد اور امام مالک کی طرف اس نسبت کو غلط قرار دیا ہے،اور فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی چیز منقول نہیں ہے جس کی رو سے مالی سزائیں ممنوع قرار پاتی ہوں،بلکہ خلفاء راشدین اور اکابر صحابہ کا آپؐ کے بعد اس پر عمل اس کی دلیل ہے کہ مالی تعزیر محکم ہے،منسوخ نہیں ہے۔

ومن قال:ان العقوبات المالیة منسوخة واطلق عن اصحاب مالك واحمد فقد غلط علی مذهبهما، ومن قاله مطلقا من ای مذهب کان: فقد قال قولا بلا دلیل، ولم یجیئ عن النبی صلی الله علیه وسلم شیئ قط یقتضی انه حرم جمیع العقوبات المالیة، بل اخذ الخلفاء الراشدین واکابر اصحابه بذلك بعد موته دلیل علی ان ذلك محکم غیر منسوخ۔ (مجموع فتاوی شیخ الاسلام، ج:۲۸، ص:۱۱۱)

بہر حال مذہب حنابلہ کے سلسلے میں ابن تیمیہ ہی کے قول کو راجح قرار دیا جائے گا۔

سوال نمبر(۶) ایسے حالات میں جبکہ جرائم ومعاصی سے روکنے کے لئے وعظ اور زبانی فہمائش کافی نہ ہو اور جسمانی سزا کا بھی موقع نہ ہو تو کیا ضرورۃ جواز وگنجائش کے قول پر فتوی دیا جاسکتا ہے؟اس بنیاد پر کہ یہ مذہب کا قول ضعیف ہے اور دوسرے مذہب میں بھی کچھ نہ کچھ جواز وگنجائش کی بات آتی ہے اور ضرورت کے مواقع میں مذہب کے قول ضعیف اور مذہب غیر پر فتوی دینے اور عمل کرنے کے جائز ہونے پر اتفاق ہے۔

جواب : جی ہاں! ایسی ہی ضرورت کی بنا پر متاخرین حنفیہ اور بہت سے معاصر علماء واصحاب افتاء نے تعزیر مالی کی اجازت دی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے فیصلے اور آپ کے بعد خلفاء راشدین اور اکابر صحابہ کا عمل اس کے جواز کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مدینہ میں شکار کرنے اور اس کا درخت کاٹنے سے منع فرمایا اور جو شخص اس جرم کا مرتکب ہو اس کی مالی تعزیر کرنے اور سامان چھین لینے کا حکم دیا،اور صحابی رسول حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حرم مدنی میں

شکار کرنے والے سے اس کے کپڑے چھین لئے اور حرم مدنی کے درخت کاٹنے والے سے اس کا سامان لے لیا۔

عن سلیمان بن ابی عبداللہ قال: رایت سعد بن ابی وقاص اخذ رجلا یصید فی حرم المدینۃ الذی حرمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسلبہ ثیابہ۔ (السنن الکبری للبیہقی، ج: ۵، ص: ۱۹۹)

عن سعد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من اخذ تموہ یقطع الشجر شیئا یعنی شجر حرم المدینۃ فلکم سلبہ، لایعضد شجرھا ولایقطع، قال فرای سعد غلمانا یقطعون فاخذ متاعھم۔ (السنن الکبری للبیہقی، ج: ۵، ص: ۱۹۹)

منافقین نے جو مسجد ضرار تعمیر کی تھی اسلام کے خلاف سازش کرنے کے لئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو بھیج کر اسے جلوا دیا، یہ تعزیر باھلاک المال ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر وعمر کو حکم دیا کہ مال غنیمت میں خیانت کرنے والوں کے سامان جلا ڈالو، اور ان کی پٹائی بھی کرو حرقوا متاع الغال واضربوہ۔ (ابوداؤد عن عمرو بن شعیب، ج: ۲، ص: ۳۷۱)

موسوعہ میں اس کی اور بھی کچھ مثالیں سنت نبوی اور خلفاء راشدین کے فیصلے سے نقل کی گئی ہیں، ملاحظہ ہو:

ان دونوں حضرات (ابن تیمیہ اور ابن القیم) نے اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں سے استدلال کیا ہے، جیسے حرم مدینہ میں شکار کرنے والے شخص کے سلب (سامان) کو اس کے پکڑنے والے شخص کے لئے آپ کا مباح کر دینا اور آپ کا شراب کے مٹکوں کو توڑنے اور اس کے برتنوں کو چاک کرنے کا حکم دینا اور آپ کا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے عصفر سے رنگے ہوئے دونوں کپڑوں کو جلا ڈالنے کا حکم دینا اور جو غیر محفوظ جگہ سے چوری کرے اور پھل، کھجور کے شگوفہ میں سے ایسی چیز چوری کرنے پر جس میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے اور گم شدہ چیز کو چھپائے، اس پر آپ کا تاوان دگنا کر دینا۔

اور انہیں میں خلفاء راشدین کے بھی فیصلے ہیں، جیسے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا اس گھر کو جلا ڈالنے کا حکم دینا جس میں شراب بیچی جارہی تھی اور مانع زکوۃ کا نصف مال لے لینا اور حضرت عمرؓ کا حضرت سعد بن ابی وقاص کے اس محل کو جلانے کا حکم دینا جس کو انہوں نے لوگوں سے چھپے رہنے کے مقصد سے تعمیر کرایا تھا اور اس حکم کا نفاذ محمد بن مسلمہ نے کیا تھا۔

(الموسوعۃ الفقھیہ، ج: ۱۲، ص: ۲۷۱)

جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی تحریر فرماتے ہیں:

عبدالرحمن بن حاطب بن ابی بلتعہ کے غلاموں نے ایک اونٹ چرا کر ذبح کر دیا تھا، جس کا چمڑا اور سر ان کے پاس پایا گیا، لوگ حضرت عمرؓ کے پاس معاملہ لائے، آپ نے پہلے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، پھر تھوڑی دیر سوچ کر غلاموں کو طلب فرمایا

اورعبدالرحمن سے کہا: میں کہتا ہوں کہ تم ان سے کام بھی لیتے ہو اور ان کو بھوکا بھی رکھتے ہو، اور بدسلوکی کرتے ہو، یہاں تک کہ اگر وہ کوئی حرام چیز بھی پالیں تو ان کے حق میں حلال ہو جائے، پھر اونٹ والے سے دریافت کیا کہ تم اونٹ کتنی قیمت میں دے سکتے ہو؟ اس نے کہا چارسو درہم میں، حضرت عمرؓ نے عبدالرحمن سے فرمایا۔ تاوان کے ساتھ آٹھ سو درہم ادا کرو: قم فاغرم لهم ثمان مائة درهم وفي رواية لاغرمنك غرما يشق عليك فاغرمه مثلي قيمتها ـ (مصنف عبدالرزاق)

یہ روایت اوراثر مالی تاوان کے باب میں بالکل صریح ہے اوراس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تاوان وصول کر کے دوبارہ واپس بھی نہیں کیا جائے گا — (جدید فقہی مسائل: ۲۴۶/۳)

فقہی کتابوں کے کچھ اقتباسات ائمہ وفقہاء کے اقوال کے ذیل میں گذر چکے ہیں، ایک دو اقتباسات مزید نقل کر کے اس بحث کو ہم ختم کرتے ہیں۔ صاحب معین الحکام علامہ علاء الدین طرابلسی تحریر فرماتے ہیں :

يجوز التعزير باخذ المال، وهو مذهب ابي يوسف، وبه قال مالك، ومن قال: ان العقوبة المالية منسوخة فقد غلط على مذهب الائمة نقلا واستدلالا، وليس بسهل دعوى نسخها، فعل الخلفاء الراشدين واكابر الصحابة لها بعد موته صلى الله عليه وسلم مبطل لدعوى نسخها، والمدعون للنسخ ليس معهم سنة والاجماع يصح دعواهم ـ (معين الحكام ۱۹۵ فصل في التعزير)

ترجمہ : مال لے کر تعزیر جائز ہے، یہ امام ابویوسفؒ کا مذہب ہے اورامام مالک بھی اسی کے قائل ہیں، اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مالی سزا منسوخ ہے وہ غلط کہتے ہیں۔ ائمہ کے مذہب کے نقل کرنے اوراس سے استدلال کرنے میں ان سے غلطی ہوئی ہے، مالی تاوان کے نسخ کا دعوی آسان نہیں ہے، خلفاء راشدین اوراکابر صحابہ کا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نسخ کے دعوی کو باطل کرتا ہے، نسخ کا دعوی کرنے والوں کے پاس نہ سنت رسول سے دلیل ہے اور نہ اجماع سے، جو ان کے دعوی کو صحیح قرار دے۔

آخری اقتباس علامہ ابن القیم کی کتاب اعلام الموقعین سے ہے :

أما تعزير المال، وهو العقوبة المالية في مواضع، منها: تحريق متاع الغال من الغنيمة، ومنها حرمان سهمه، ومنها اضعاف الغرم على سارق الثمار المعلقة، ومنها اضعافه على كاتم الضالة الملتقطة ومنها: اخذ شطر مال مانع الزكاة، ومنها عزمه صلى الله عليه وسلم على تحريق دور من لايصلي في الجماعة لولا ما منعه من انفاذه ما عزم عليه من كون الذرية والنساء فيها فتتعدى العقوبة الى غير الجاني وذلك لايجوز ـ (ج:۲، ص:۱۱۷، فصل في تعزير المال)

ترجمہ : بہرحال مالی تاوان عائد کرنے کی سزا چند مقامات میں ہے، ان میں سے ایک مال غنیمت میں خیانت

کرنے والے کے سامان کو جلانا ہے اور اسے اس کے حصے سے محروم کرنا ہے، اور لٹکے ہوئے پھلوں کی چوری کرنے والے پر ڈبل تاوان عائد کرنا ہے، اور گم شدہ اور لقطہ کے مال کو چھپانے والے پر دوگنا تاوان عائد کرنا ہے اور زکوۃ روکنے والے کا آدھا مال لے لینا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عزم کرنا ہے کہ جو لوگ جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے مسجد نہیں آتے ان کے گھروں کو جلادیں اور اگر اس ارادے سے مانع نہ ہوتا تو آپ اسے نافذ کرتے اور رکاوٹ اولاد اور عورتوں کا گھر میں ہونا ہے کہ یہ سزا مجرم کے علاوہ تک متعدی ہوگی اور یہ جائز نہیں۔

مذکورہ بالا اقتباسات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مالی تعزیر سنت نبوی اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے عمل سے بے غبار طریقے پر ثابت ہے اور اس کے منسوخ ہونے کا دعوی غلط ہے، بہت سے فقہاء حنفیہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے، لہذا ضرورت ہے کہ موجودہ حالات میں ہندوستان جیسے ملک میں سماجی اور خاندانی زندگی میں جرائم کی روک تھام اور زیادتی کے سدباب کے لئے مالی تعزیر کی اجازت دی جائے اور جیسا کہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے تحریر فرمایا ہے ''اگر موجودہ زمانے میں اور بالخصوص ہندوستان کے خصوصی حالات میں اس کو (مالی تعزیر کو) قبول کرلیا جائے تو امید ہے کہ بہت سے منکرات کے سدباب میں اس سے مدد ملے گی اور فائدہ ہوگا''۔

سوال نمبر (۷) آج کل تعلیمی اداروں میں طلبہ کی مختلف کوتاہیوں اور غفلتوں پر روک لگانے کے لئے مالی جرمانہ کا عام رواج ہوچکا ہے، اور اس کا نفع بھی محسوس کیا جاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب : اوپر احادیث وآثار اور فقہاء کرام کے اجتہادات اور علماء سلف کے اقوال کی روشنی میں تعلیمی اداروں میں طلبہ کی اصلاح اور ان کی لاپرواہیوں اور کوتاہیوں پر روک لگانے کے لئے مالی جرمانہ کا عام رواج ہے، اور اس کا نفع بھی محسوس ہورہا ہے، تو اس ضرورت کے لئے بھی مالی تعزیر کی گنجائش ہوگی اور اولاد کی اصلاح اور انہیں نماز کا عادی بنانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ اگر دس سال کی عمر میں وہ نماز میں کوتاہی کریں تو انہیں مار کر نماز کا عادی بنایا جائے۔ مفتی محمد بن صالح عثیمین سعودی ریاض الصالحین کی شرح میں اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں :

وفی هذاالحدیث اشارة الی أن ماذهب الیه بعض المتأخرین من یدعون انهم اصحاب تربیة من ان الصغار لایضربون فی المدارس اذا اهملو، ففی هذاالحدیث الرد علیهم، وهو دلیل علی بطلان فکرتهم، وانها غیر صحیحة، لان بعض الصغار لاینفعهم الکلام فی الغالب، ولکن الضرب ینفعهم اکثر، فلو انهم ترکوا بدون ضرب لضیعوا الواجب علیهم وفرطوا فی الدروس واهملوا، فلابد من ضربهم لیعتادوا النظام۔ (ج:۱، ص:۶۸۶)

شیخ ابن عثیمین نے اس عبارت میں ایسے معلم اور مربی پر تنقید کی ہے جن کا دعوی یہ ہے کہ چھوٹے بچے اگر مدارس میں

لاپرواہی کریں تو انہیں مارا نہیں جائے، شیخ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ایسے لوگوں پر رد ہے، اور وہ ان کے فکر کے باطل اور غیر صحیح ہونے کی دلیل ہے، اس لئے کہ بعض کی اصلاح زبانی فہمائش سے نہیں ہوتی ہے اور بالعموم انہیں جسمانی سزا سے ہی فائدہ ہوتا ہے، اس لئے اگر انہیں یونہی چھوڑ دیا جائے تو ضروری کاموں کو ضائع کردیں گے اور اسباق میں کوتاہی اور لاپرواہی کریں گے، اس لئے انہیں نظام کا عادی بنانے کے لئے مارنا ضروری ہے۔

لیکن مارپیٹ کی سزا ابتدائی مرحلے میں ہوگی یعنی پرائمری درجات اور مڈل کلاس تک، لیکن ہائی اسکول اور کالج وغیرہ میں جسمانی سزاؤں کا رواج نہیں ہے اور قانونا بھی ممنوع ہے، لہذا اس مرحلے میں مالی جرمانے کا جو عام رواج ہے اور اس کا نفع بھی محسوس کیا جاتا ہے، مذکورہ احادیث سے اس کے جواز پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر (۸) تعلیمی اداروں کے علاوہ بھی بہت سے ادارے نظم وضبط کو درست رکھنے کے لئے مالی جرمانہ کا نظام بناتے ہیں، مثلا ہاؤسنگ سوسائٹیاں وغیرہ تاکہ لوگ مقررہ وقت پر طے شدہ مطلوبہ رقم ادا کردیا کریں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب : ہاؤسنگ سوسائٹیاں جو ادارے کے نظم وضبط کو درست رکھنے کے لئے مالی جرمانہ کا نظام بناتی ہیں اور وقت پر مقررہ رقم یا قسط ادا نہ کرنے کی صورت میں اضافی رقم جرمانہ کے طور پر عائد کرتی ہیں تو چونکہ یہ اضافی رقم مدت کے مقابلہ میں ہے، اس لئے اس پر ربا النسیئہ کی تعریف صادق آتی ہے، لہذا جرمانہ کی یہ صورت سود ہونے کی وجہ سے جائز نہ ہوگی۔

سوال نمبر (۹) برادریاں اور خاندانی پنچایتیں نیز کاروباری انجمنیں بھی دباؤ اور اصلاح کی غرض سے اس قسم کا نظام بناتی ہیں تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

جواب : مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں اس کا حکم بھی جواز ہی کا ہونا چاہئے۔

سوال نمبر (۱۰) طلاق کے بارے میں جو افراط وتفریط پائی جاتی ہے اور جس سے بڑی خرابیاں پیدا ہورہی ہیں ان کو قابو میں کرنے کے لئے ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ طلاق کی جن صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک متعہ واجب نہیں ہے بلکہ صرف مستحب ہے ایسی صورت میں متعہ واجب قرار دیا جائے اور بصورت نقد اس کی ایک معقول حد مقرر کی جائے، یا یہ کہ طے شدہ مہر کے علاوہ مزید نصف مہر لازم کیا جائے؟

جواب : مطلقہ عورتوں کی چار قسمیں ہیں۔

اولا: مطلقة مدخول بها، مسمى لها المهر (وہ مطلقہ جس سے وطی کی گئی ہو اور اس کا مہر مقرر ہو) اسے پورا مہر دیا جائے اور عدت کا نفقہ، اور اس کے لئے متعہ مستحب ہے۔

ثانیا: مطلقة غير مدخول بها ولا مسمى لها المهر (جس سے وطی نہ کی گئی ہو اور نہ اس کا مہر مقرر کیا گیا ہو) صرف اس کے لئے متعہ واجب ہے، حنفیہ کے نزدیک۔

ثالثا : مطلقة غير مدخول بها،وقد فرض لها المهر (جس سے وطی نہ کی گئی لیکن مہر مقرر ہوا ہو) اس کے لئے نصف مہر ہے،لیکن اس کے لئے عدت نہیں ہے۔

رابعا: مطلقة مدخول بها، وغير مفروض لها المهر (جس سے وطی کی گئی ہو،لیکن اس کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو)،اس کے لئے مہر مثل ہے اور اس پر عدت بھی ہے،اس کے لئے متعہ مستحب ہے۔

امام ابوبکر رازی جصاص لکھتے ہیں :

أما فقهاء الامصار۔فان أباحنيفة وابايوسف ومحمد او زفر قالوا: المتعة واجبة للتى طلقها قبل الدخول ولم يسم لها مهرا– (احكام القرآن للجصاص،ج:۱، ص:۵۱۹) یعنی فقہاء امصار میں سے حنفیہ ابوحنیفہ، ابو یوسف ،محمداور زفر رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ متعہ اس مطلقہ کے لئے واجب ہے جسے وطی سے قبل طلاق دی گئی ہو اور اس کے لئے مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔

روائع البیان میں ہے :

قد اختلف الفقهاء هل المتعة واجبة لكل مطلقة ؟ فذهب الحسن البصرى الى انها واجبة لكل مطلقة للعموم فى قوله تعالىٰ (وللمطلقات متاع بالمعروف حقا على المتقين) وقال مالك: انها مستحبة للجميع وليست واجبة ، لقوله تعالىٰ (حقا على المتقين)و(حقا على المحسنين)ولو كانت واجبة لأطلقها على الخلق أجمعين۔

وذهب الجمهور (الحنفية والشافعية والحنابلة)الى أنها واجبة للمطلقة التى لم يفرض لها مهر،وأما التى فرض لها مهر فتكون المتعة لها مستحبة وهذا مروى عن ابن عمر وابن عباس وعلى وغيرهم ولعله يكون الارجح جمعا بين الأدلة– (ج:۱،ص:۳۵۴–۳۵۵)

ترجمہ : فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کیا متعہ ہر مطلقہ کے لئے واجب ہے؟ تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ ہر مطلقہ کے لئے واجب ہے،اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے قول (للمطلقات متاع بالمعروف حقا على المتقين) میں عموم ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام مطلقات کے لئے مستحب ہے،واجب نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (حقا على المتقين)و(حقا على المحسنين) اگر واجب ہوتا تو متقین ومحسنین کی تخصیص نہ ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ مطلقا کہا ہوتا۔

اب سوال یہ ہے کہ متعہ کیا ہے اور اس کی کیا مقدار فقہاء نے ذکر کی ہے؟

المتعة: ما يدفعه الزوج من مال او كسوة أو متاع لزوجته المطلقة، عونا لها واكراما، ودفعا لوحشة الطلاق الذى وقع عليها،وتقديرها مفوض الى الاجتهاد۔

قال مالك : ليس للمتعة عندنا حد معروف فى قليلها ولا كثيرها، وقال الشافعي: المستحب على الموسع خادم، وعلى المتوسط ثلاثون درهما، وعلى المقتر مقنعة.وقال ابوحنيفة: أقلها درع وخماروملحفة ،ولاتزاد على نصف المهر ، وقال احمد: هى درع وخمار بقدر، تجزئ فيه الصلاة، ونقل عنه انه قال: هى بقدر يسار الزوج واعساره(على الموسع قدره وعلى المقتر قدره) وهى مقدرة باجتهاد الحاكم ولعل هذا الرائ الاخير ارجح، والله اعلم۔

(روائع البيان، ج:۱، ص:۲۵۵)

ترجمہ : متعہ وہ مال یا کپڑا یاسامان ہے جوشوہر اپنی مطلقہ بیوی کو مدد کے طور پر اوراس کے اکرام کے لئے اور طلاق کی اس وحشت کو دور کرنے کے لئے دیتا ہے جواس پر واقع ہوئی ہے،اوراس کی تعیین اجتہاد پر مبنی ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ متعہ کے لئے ہمارے نزدیک قلیل یا کثیر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے،امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مالدار پر ایک خادم دینا مستحب ہے،اور متوسط درجہ کے آدمی پر تیس درہم اور تنگ دست پر ایک بڑی چادر۔امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس کی کم سے کم مقدار ایک کرتا، دوپٹہ اور بڑی چادر ہے،متعہ کی مقدار نصف مہر سے زیادہ نہیں ہوگی۔امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ متعہ ایک کرتا اور دوپٹہ اتنی مقدار میں کہ جس سے نماز جائز ہوجائے اوران سے یہ بھی منقول ہے کہ یہ شوہر کی خوشحالی اور تنگ دستی کے لحاظ سے ہوگا،اور یہ حاکم کے اجتہاد پر موقوف ہے،یہی آخری رائے زیادہ راجح ہے۔

طلاق کے سلسلے میں پائی جانے والی افراد وتفریط کے نتیجے میں جوخرابیاں پیدا ہورہی ہیں ان کے سدباب کے لئے جن صورتوں میں متعہ واجب نہیں ان صورتوں میں متعہ کو واجب قرار دینا اوراس کو نصف مہر تک لے جانا مناسب معلوم نہیں ہوتا،جن صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے متعہ کو واجب نہیں کیا اسے ہم کیوں واجب قرار دیں؟ متعہ کی مشروعیت جس مقصد کے تحت ہوئی ہے مناسب یہ ہے کہ اسے وہیں تک محدود رکھا جائے،طلاق کا بیجا استعمال،سنت کے خلاف طلاق دینا یا ایک ساتھ تین طلاق دینا شرعاً جرم ہے،اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کتاب اللہ کے ساتھ کھلواڑ کرنا قرار دیا ہے،اس لئے اس جرم کی بنیاد پر مالی تعزیر کی جاسکتی ہے،یہ اختیار قاضی کو بھی ہے،اسی طرح برادری اور خاندانی، پنچایتوں کے ذریعہ بھی مالی تاوان عائد کیا جاسکتا ہے،مفاسد کی روک تھام کے لئے متعہ کا سہارا لینا اور جن صورتوں میں متعہ مستحب ہے ان صورتوں میں اسے واجب اور لازم قرار دینا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

سوال نمبر(۱۱) مزید نصف مہر یا متعہ کو لازم کرنے کے لئے کیا ایسا کیا جاسکتا ہے کہ نکاح کے وقت اور نکاح نامہ میں آدمی کو اس کا پابند بنادیا جائے کہ اگر بیجا طور پر طلاق دی گئی یا تین طلاق ایک ساتھ دی گئی تو متعہ کے طور پر مزید نصف مہر کی حیثیت سے زائد رقم دینی ہوگی۔

جواب : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : المسلمون علی شروطهم الا شرطا أحل حراما أوحرم حلالا ۔(مشکوۃ ص۲۵۲)

ترجمہ : مسلمانوں پر اپنی شرطوں کی پابندی ضروری ہے، الا یہ کہ کوئی ایسی شرط ہو جو کسی حرام کو حلال یا کسی حلال کو حرام کردے۔

اسی طرح فقہ حنفی کی کتابوں میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ اگر نکاح کے وقت اس طرح مہر طے ہو کہ اگر شوہر بیوی کو اس کے میکے میں رکھے گا تو مہر ایک ہزار اور اگر وہ بیوی کو اس کے آبائی وطن سے باہر لے جائے گا تو اس کا مہر دو ہزار ہوگا، اس صورت میں صاحبین کے نزدیک دونوں شرطیں درست قرار پاتی ہیں، اور دونوں صورتوں میں متعین کردہ مہر لازم ہوتا ہے، اس مسئلہ کی روشنی میں سوال نامہ میں مذکور صورت کا حکم واضح ہوتا ہے یعنی اگر عقد کے وقت اس طرح کی شرط لگادی جائے اور فریقین اس کو قبول کرلیں تو اس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا جائے گا، یہ صورت طلاق کے بے جا استعمال کو روکنے میں کسی حد تک موثر ہوسکتی ہے۔لیکن دوسری طرف اس بات کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ اسلام نے نکاح کو آسان کیا ہے، اس لئے عندالعقد ایسی شرطیں عائد کرنا جس سے نکاح مشکل ہوجائے اور اس کے نتیجے میں نوجوان لوگ نکاح کی پابندی سے آزاد رہ کر غلط طریقے پر خواہش پوری کریں اور مسلم لڑکیوں کے نکاح کا مسئلہ مزید پیچیدہ ہوجائے محل نظر ہے۔آج جبکہ فحاشی اور بے حیائی کا وسیع پیمانے پر رواج ہے اور ہم جنسی جیسے لعنتی فعل کو بھی قانونی جواز عطا کیا جارہا ہے، جسے تمام مذاہب میں جرم قرار دیا گیا ہے، اس صورت میں نکاح کی راہ میں شرائط کے ذریعہ رکاوٹ کھڑی کرنا اور اسے مشکل بنانا قابل غور ہے، ضرورت ہے کہ مسئلہ کے دونوں پہلوؤں پر نظر رکھا جائے اور جو صورت مصلحت سے قریب ہو اس پر عمل کیا جائے۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

برائے مضمون نگار حضرات

- مجلہ ''المجیب'' کیلئے جو بھی مضامین ارسال کریں وہ خالص المجیب کے لئے ہوتا کہ مجلے کا معیار برقرار رہ سکے۔
- مضامین کمپوز کراکر ارسال کریں۔
- مضمون کے پہلے یا آخری صفحہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔
- مضامین بھیجتے وقت اس کی نقل اپنے پاس رکھیں۔مضامین گم ہونے کی صورت میں ادارے پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

سرکولیشن منیجر

مخدوم جہاںؒ
بانی فاصلاتی نظام تعلیم

● سید محمد نیر رضوی ــــ سی ۳، رحمان اپارٹمنٹ، نیو پارس ٹولی، ڈورنڈا، رانچی (جھارکھنڈ)

دنیا میں مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ وہ عظیم المرتبت بزرگ ہیں جو ’’فاصلاتی نظام تعلیم‘‘ کے بانی ہیں۔ مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کی پیدائش سُلطان ناصر الدین محمود کے زمانہ میں صوبہ بہار کے ضلع پٹنہ میں بمقام منیر شریف ۲۹ شعبان ۶۶۱ھ بمطابق ۱۲۶۲ء میں ہوئی۔ مخدوم جہاںؒ کا مقصد حیات تھا: انسان کو انسان بنانا اور خواص وعوام کی زندگی میں سدھار لانا۔ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے ایک لاکھ سے بھی زیادہ مریدین تھے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد ۳۱۳ تک بتائی جاتی ہے اور عقیدتمندوں کی تعداد کا تو یقیناً ٹھکانہ ہی نہیں کہ کتنی ہوگی! لہٰذا کثیر تعداد کی وجہ سے ممکن نہ تھا کہ آپؒ تک تمام طالبان حق کی رسائی ہو جائے اور دوسری جانب یہ تو قطعاً ممکن ہی نہیں تھا کہ آپؒ کی رسائی تمام طالبان حق تک ہو جائے۔ چنانچہ اتنی بڑی تعداد کے لئے تعلیم وتربیت، رشد وہدایت اور فیض عام کے واسطے ایک مخصوص نظام کی سخت ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ لہٰذا اُنہوں نے مریدین ومتوسلین کے مشورہ اور اصرار پر مکتوبات اور مکتوبات رسائی کا سہارا لیا اور اس طرح انہوں نے اپنے بہت سارے مریدوں اور عزیزوں کو بذریعہ مکتوبات تعلیم دی یعنی انہوں نے گھر بیٹھے بذریعہ فاصلاتی نظام تعلیم اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔

آج ماڈرن ٹیکنالاجی کے اس دور میں مذکورہ نظام تعلیم کے لئے مخصوص اصطلاح عطا کی گئی ہے۔ دنیا اسے کوریس پونڈینس ایجوکیشن یعنی ’’فاصلاتی نظام تعلیم‘‘ کے نام سے موسوم کر رہی ہے اور جسے ایک بہتر اور کامیاب نظام تعلیم کے طور پر تسلیم کیا جارہا ہے۔ عصر حاضر میں طلبا کی کثیر تعداد کی وجہ سے ہندوستان سمیت دنیا کے تمام ممالک میں فاصلاتی نظام کے تحت سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی ادارے بڑے فعال اور کامیاب ثابت ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسیٹی، دہلی، مولانا

ابوالکلام آزاد نیشنل یونیورسیٹی، حیدرآباد اور نالندہ کھلا وشو ودیالیہ، پٹنہ، بہار وغیرہ اسی فاصلاتی نظام کی منظم اور ترقی یافتہ شکلیں ہیں جس کی بنیاد مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ نے اپنے زمانہ میں رکھی تھی۔

مخدوم جہاںؒ نے زیادہ تر مکتوبات قاضی شمس الدین کے نام سے منسوب کرتے ہوئے تحریر کیا ہے جو چوسہ، ضلع بھاگلپور کے گورنر تھے۔ مخدوم جہاںؒ اپنے مرید خاص قاضی شمس الدین کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اُنہوں نے بوقت وصال فرمایا کہ ’’قاضی شمس الدین تو میرے فرزند ہیں، متعدد بار میں نے ان کو فرزند اور کبھی برادر لکھا ہے‘‘۔ مخدوم جہاںؒ کے زیادہ تر مکتوبات قاضی شمس الدین ہی کے نام سے ارسال کئے گئے ہیں۔ حضرت زین بدر عربیؒ نے ان مکتوبات کو مرتب کیا اور ’’مکتوبات صدی‘‘ کے نام سے موسوم کیا۔ ان کے علاوہ دیگر کئی مکتوب الیہ کے بھی اسم گرامی ملتے ہیں جن کے نام مخدوم جہاںؒ نے مکتوبات ارسال کئے ہیں۔ ان میں سلطان فیروز شاہ تغلق، قاضی زاہد، مولانا کمال الدین، مولانا صدر الدین، مولانا نظام الدین، مولانا ضیاء الدین، مولانا نصیر الدین، مولانا قطب الدین، ملک خضر، شیخ سلیمان اور حضرت شیخ محمد ظفرآبادی وغیرہ کے نام نامی کافی اہم ہیں۔ مختلف مکتوب الیہ کے نام سے ارسال کردہ آپ کے ان مرتبہ مکتوبات کو ’’مکتوبات دوصدی‘‘ کا نام دیا گیا۔ اسے بھی حضرت زین بدر عربیؒ نے مرتب کیا تھا۔ مصنف بزم صوفیہ حضرت صباح الدین عبدالرحمٰن کی تحقیق کے مطابق ۱۲۵ مکتوبات پر مشتمل ایک اور مجموعہ موجود ہے جو خواجہ محمد سعیدؒ اور خواجہ محمد معصومؒ کے نام ہے۔ مخدوم جہاںؒ نے اپنے چہیتے مرید وخلیفہ حضرت سیدنا مظفر بلخیؒ کو تقریباً دو سو سے زیادہ خطوط لکھے تھے۔ جس میں معرفت الٰہی اور تصوف کے رموز ونکات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضرت سیدنا مظفر بلخیؒ نے انتقال سے قبل وصیت کی تھی کہ ان تمام خطوط کو ان کی قبر میں دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ سارے خطوط ان کی قبر میں دفن کر دئے گئے مگر اتفاق سے اٹھائیس خطوط الگ سے کہیں پر رکھ دیئے گئے تھے جنہیں بعد میں مرتب کیا گیا۔

مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ آپ نے قرآن وحدیث کے ابتدائی مراحل کے ساتھ ساتھ مصادر، مفتاح، مفتاح اللغات اور ایسی ہی دیگر کتابوں کا غائر مطالعہ کیا۔ پھر ہندوستان کے مشہور عالم دین اور بزرگ استاد حضرت مولانا شرف الدین ابوتوامہؒ کی سرپرستی میں حصول علم کی غرض سے ان کے ہمراہ سنارگاؤں چلے گئے۔ وہاں علوم ظاہری اور علوم باطنی سے آراستہ ہوئے۔ حضرت شیخ شرف الدین احمدؒ نے بائیس سال تک آپ کی سرپرستی میں رہ کر کلام پاک، علم کلام، حدیث، اصول حدیث، فقہ، تفسیر، شریعت وطریقت، تصوف کے رموز ونکات، طریقہ درس وتدریس اور سلیقہ رُشد وہدایت کے علاوہ منطق، فلسفہ اور علم ریاضی کی بھی تعلیم حاصل کی اور روحانی ریاضتوں میں بھی مہارت پیدا کی۔ اس طرح حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمدؒ ظاہری اور باطنی علوم کے ساتھ ساتھ دینی و دنیاوی علوم سے بھی آراستہ ہوئے۔ چنانچہ اُستاد نے جب محسوس کیا کہ حضرت شیخ شرف الدین احمدؒ کے سینۂ مبارک میں وہ تمام علوم منتقل ہو چکے ہیں جو ان کے سینہ میں موجود ہیں اور اب وہ ہر لحاظ سے فارغ التحصیل ہیں تب انہوں نے اپنی دختر نیک اختر کا نکاح حضرت شیخ

شرف الدین احمدؒ سے کر دیا۔ سنارگاؤں میں ہی آپ کے بڑے صاحب زادے حضرت شیخ ذکی الدینؒ کی پیدائش ہوئی۔ کئی اور اولاد کا تذکرہ بھی ملتا ہے جو زندہ نہیں رہیں، صرف حضرت شیخ ذکی الدینؒ حیات رہے۔ حضرت شیخ ذکی الدینؒ کا مزار مبارک بیر بھوم (مغربی بنگال) میں موجود ہے۔ مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کا معمول تھا کہ وہ اپنے سنارگاؤں کے قیام کے دوران گھر سے آنے والے خطوط نہیں کھولا کرتے تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایک دن انہوں نے ان خطوط کو جیسے ہی کھولا، پہلا ہی خط کھولا تھا کہ والد بزرگوار یعنی حضرت شیخ یحییٰ منیریؒ کے وصال کی خبر ملی۔ اپنے والد ماجد کے وصال کی خبر ملتے ہی ہوش وحواس جاتا رہا۔ استادمحترم سے وطن واپسی کی اجازت طلب کی اور صاجنرادہ مخدوم ذکی الدین کو لے کر سنارگاؤں سے منیر تشریف لے آئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ یحییٰ منیریؒ کا وصال ۱۱ شعبان ۶۹۰ھ کو ۱۲۰ برس کی عمر میں ہوا تھا۔

مخدوم جہاںؒ فارغ التحصیل ہو کر اپنے استادمحترم کی اجازت سے وطن واپس آ گئے پھر دہلی پہنچ کر مشہور صوفی، باکمال ولی اور عظیم المرتبت بزرگ حضرت نجیب الدین فردوسیؒ کے دست طریقت پر بیعت کی۔ حضرت شیخ نجیب الدین فردوسیؒ کے والد کا نام خواجہ عماد الدین ہے۔ وہ شیخ رکن الدین فردوسیؒ کے مرید ہیں اور اپنے پیر کے انتقال کے بعد مسند ارشاد پر جلوہ گر ہوئے۔ آپ کی سرپرستی میں سیکڑوں طالبان حق نے اپنی روحانی تشنگی کو تشفی بخشی اور راہ سلوک کی منازل سے ہمکنار کیا۔ آپ کا وصال ۷۳۳ھ بمطابق ۱۳۲۲ء میں ہوا۔ آپ کا مزار حوض شمسی نزد اولیاء مسجد، مہرولی، دہلی میں مرجع خلائق ہے۔ مخدوم جہاںؒ نے بیعت کے بعد اپنے پیر و مرشد سے اکتساب فیض اور پیر کی خدمت کی غرض سے کچھ روز وہاں قیام کرنے کی اجازت مانگی مگر اجازت نہیں ملی۔ بلکہ پیر و مرشد نے وصیت کی، خرقہ عطا کیا، شجرہ لکھ کر دیا اور کچھ نصائح بھی لکھ کر دئے اور رخصت کر دیا۔ آپ نے مخدوم جہاںؒ کو رخصت کرتے وقت جو وصیت کی وہی وصیت نامہ آپؒ کی ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت کی بنیاد ٹھہری۔ وصیت کی اصل عبارت فارسی میں ہے۔ ذیل میں اس کا منقول اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے:

”اے عزیز یہ بات بڑے غور و فکر کے بعد ظاہر ہوتی ہے کہ ترک خودی میں مشغولیت کے علاوہ دنیا کی کسی چیز میں مشغول رہنا غلطی ہے۔ انسانی حرکات وسکنات اقوال و افعال ہی سے انسانی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کھانا، سونا، بولنا، میل جول پیدا کرنا، سننا، دیکھنا، وغیرہ انسانی طبیعت کا اقتضاء ہے۔ لیکن یہ تمام ضرورت بھر ہونی چاہئیں اگر ضرورت سے زیادہ ہو تو حق سے دوری ہو جاتی ہے۔ اس لئے دن رات اس خیال میں رہنا چاہئے کہ خودی میں سے کیا چیز باقی رہ گئی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے فضل سے خودی سے بالکل چھٹکارا ہو جائے۔ اگر بال برابر بھی خودی باقی رہ گئی ہے تو حجاب باقی ہے۔ جب تک اس سے فراغت حاصل نہ ہو جائے دوسرے کام میں مشغول ہونا صحیح نہیں کیوں کہ خودی سے چھٹکارا پانے سے پہلے کسی کام میں مشغول ہونا شیطنت ہے اس لئے کسی حال میں دوسرے کام کی طرف مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ مجاہدہ

اور ریاضت نفس اس طرح ہونا چاہئے کہ خودی فنا ہو جائے اور انتہائی درجہ کا تقویٰ حاصل ہو۔اور بشریت کی پوری صفائی ہو جائے کسی وقت بے وضو رہنا درست نہیں اگر چہ آدھی رات جاڑے کا موسم اور ٹھنڈا پانی ہی کیوں نہ ہو۔وضو کے بعد دو رکعت نماز کسی حال میں فوت نہیں ہونا چاہئے۔کھانا کھانے اور پانی پینے سے صرف تین چیزوں کی بقا ہوتی ہے۔ حیات،عقل اور قوت،کھانا اس وقت تک ترک کرتے رہنا چاہئے،جب تک حیات اور عقل میں خلل پڑے گا،اس وقت تھوڑا سا پانی جو صرف اس قدر ہو جس سے حلق تر ہو سکے،پی لے تاکہ پیاس بجھ جائے لیکن قوت کے کم ہونے کی وجہ سے ہرگز کھائے نہ پیئے اور قوت کے زائل ہونے کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے،اور یہ بات تجربہ سے معلوم ہو سکے گی کہ کھانے کی وجہ سے کتنے دنوں میں زندگی اور عقل میں خلل پڑنے کا خوف پیدا ہوگا،اور جب یہ تجربہ سے معلوم ہو کہ تو اس کا لحاظ رکھے، رات اور دن میں کسی وقت نہ سوئے،اور نماز،قرآن کی تلاوت اور کتاب کے مطالعہ سے نیند کو دور کرے،اس کام کا تمام تر دارومدار اس پر ہے کہ رات اور دن میں کسی وقت نہ لیٹے،بلکہ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر رات دن گزارے،کسی شخص سے بات چیت نہ کرے،البتہ سائل کا جواب دے سکتا ہے،سائل اگر عالم ہو تو اس کا جواب نہ دے،بلکہ کبھی علمی جواب میں مشغول نہ ہو،کیوں کہ اس میں بہت سی آفتیں ہیں،لیکن اگر جواب علمی نہ ہو تو اس کے متعلق مختصر گفتگو کرے،اور صرف ضروری بات کہے،اور وہ بھی اس وقت جب بجز بولنے کے کوئی چارہ نہ ہو،تو جو کچھ ہو سکے گفتگو کرے،لیکن خود کوئی بات نہ کہے،کسی کے ساتھ بالکل ملاقات اور میل جول نہ کرے،اور ایک خالی گوشے سے باہر نکلے،اور کسی کو اپنے پہلو میں آنے کی اجازت نہ دے،ہمیشہ نظر نیچی زمین کی طرف رکھے،بے ضرورت دائیں بائیں نہ دیکھے،کسی کی بات نہ سنے،اور اس کی کوشش کرے کہ دوسرا کیا کہتا ہے۔دل کو عمداً اور قصداً کسی چیز میں نہ لگائے،کوئی بات کان میں پڑے اور سمجھ میں نہ آئے تو اس کی فکر بھی نہ کرے،ضرورت کے وقت سوکھی روٹی کھالے اور پانی پی لے۔کوئی چیز اس لئے نہ کھائے کہ وہ موجود ہے کیوں کہ اس طرح خودی کا پابند رہنا چاہئے۔اور اگر کم کھانے کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ ہو تو بہتر ہے لیکن اس سے زیادہ نہ جائے اور وقت ضائع نہ کرے اگر چہ اس کی ضرورت محسوس ہو اور وضو مشکوک ہو، یہاں تک کہ اسکی عادت ہو جائے اور ایک کمبل کے سوا اور کچھ نہ اوڑھے لیکن جاڑے کے دن میں آستین والا لبادہ خرقے کے اوپر پہنے اور اس پر دن ہو یا رات کسی چیز کا اضافہ نہ کرے،کسی کے آنے جانے بولنے اور کام کرنے پر ناخوش نہ ہو۔اور نہ کوئی اعتراض کرے۔یہ معلوم نہ ہونے دے کہ اس کو ظاہراً اور باطناً کسی چیز سے انکار ہے۔خواہ سر پر آگ ہی کیوں نہ پڑے لیکن چون و چرا نہ کرے اور نہ اپنے میں کمیت وکیفیت ظاہر ہونے دے۔ یہاں تک کہ اس کو مقام وحدت اور حال و ذوق حاصل ہو جائے۔سماع کے وقت جہاں تک ممکن ہو آبدیدہ نہ ہو اور جسم کو حرکت نہ دے۔ یہاں تک کہ مغلوب ہو جائے اور اپنی حفاظت آپ نہ کر سکے۔لیکن سماع میں احوال کے ظاہر ہونے سے بڑی آفتیں ہیں۔ان کا چھپانا بہت اہم باتوں

میں سے ہے ۔قلب اور دل پر جتنی بھی آگ برسے اس کی خبر نہ ہو اور یہی وہ مقام عظیم ہے جو بڑی مشقت بڑے مجاہدے اور بے انتہا ریاضت کے بعد حاصل ہوتا ہے ۔تم اپنی طرف سے کوشش کرو، خدا عطا کرے گا۔ برسوں کے بعد مشقت اٹھانے والے کو راستہ ملتا ہے اور اگر یہ سعادت حاصل نہیں ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر دیتا ہے ۔‘‘

کار نازک بتان رعنا نیست ❖ سنگ زیرین آسیا بودن

مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کا شجرہ بیعت اس طرح ہے :

(۱) مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی قدس اللہ سرہ العزیز۔(۲) حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی قدس اللہ سرہ العزیز۔(۳) حضرت خواجہ رکن الدین فردوسی قدس اللہ سرہ العزیز۔(۴) حضرت بدرالدین سمرقندی فردوسی قدس اللہ سرہ العزیز۔(۵) حضرت خواجہ سیف الدین باخرزی قدس اللہ سرہ العزیز۔(۶) حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ قدس اللہ سرہ العزیز۔(۷) حضرت ضیاء الدین ابونجیب سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز۔(۸) حضرت خواجہ وجیہ الدین ابوحفص قدس اللہ سرہ العزیز۔(۹) حضرت خواجہ محمد عبد اللہ المعروف بہ عمویہ قدس اللہ سرہ العزیز۔(۱۰) حضرت خواجہ احمد سیاح دینوری قدس اللہ سرہ العزیز۔(۱۱) حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری قدس اللہ سرہ العزیز۔(۱۲) حضرت خواجہ ابوالقاسم جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز۔(۱۳) حضرت خواجہ سری سقطی قدس اللہ سرہ العزیز۔(۱۴) حضرت خواجہ معروف کرخی قدس اللہ سرہ العزیز۔(۱۵) سیدنا حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ۔(۱۶) سیدنا حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ۔(۱۷) سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ۔(۱۸) سیدنا حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ۔(۱۹) سیدنا حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ۔(۲۰) سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ۔(۲۱) سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الشریف ورضی اللہ عنہ۔(۲۲) سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

تذکرہ نگاروں کے مطابق مخدوم جہاںؒ نے راہ سلوک میں سخت مجاہدہ کیا۔ جب اپنے اعلیٰ وارفع مقصد میں کامیاب ہو گئے یعنی شریعت وطریقت کے علوم کی تحصیل ہو گئی، تصوف کے رموز ونکات آشکار ہو گئے اور قلب وجگر انوار الٰہی سے منور ہو گیا تب آپ نے آبادی کا رخ کیا اور تقریباً ۴۰ سال کی دشت نوردی کے بعد بہار شریف میں سکونت اختیار کی۔ مخدوم جہاں نے جب آبادی میں رہ کر خاص وعام کے لئے رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کرنے کا ارادہ کیا تو سلطان محمد بن تغلق نے آپ کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کرا دی اور اخراجات کے لئے کچھ جاگیر بھی عطا کی مگر مخدوم جہاںؒ نے جاگیر واپس کر دی۔ خانقاہ مخدوم جہاںؒ میں روحانی پیاس بجھانے کی غرض سے لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ اب رشد وہدایت کا سلسلہ عام ہو گیا۔ آپ کی سرپرستی میں علمی اور صوفیانہ مجلسیں منعقد ہونے لگیں۔ ان مجالس میں علمائے کرام اور صوفیائے کرام کے علاوہ عوام کی بھی شرکت ہوا کرتی تھی۔ لوگ خوب خوب فیض حاصل کرتے۔ ان مجالس میں اسلام کی بنیادی باتیں، فرائض کی پابندی، نوافل کا پابندی سے اہتمام،

عشق الٰہی اور عشق رسول ﷺ، حب اہل بیت، عقیدت و معرفت اور طلب حق، شریعت و طریقت اور تصوف کے رموز و نکات پر معلوماتی اور سیر حاصل بحثیں ہوا کرتی تھیں۔ ان مجلسوں میں شریک ہونے والوں میں شیخ زادہ ذکی الدین، قاضی شمس الدین، قاضی زاہد، زین بدر بن عربی، شیخ آموں، اور ملک شرف الدین وغیرہ کے نام خصوصیت سے ملتے ہیں۔ شیخ چولہائی جو مخدوم جہاںؒ کے جنگلوں میں قیام کے دوران ہی ان کے گرویدہ ہو گئے تھے، وہ بھی ان مجلسوں میں بطور خاص شریک ہوا کرتے تھے۔ عارفانہ بحث و مباحثہ اور تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان مجالس میں علماء، فقہاء، صوفیا، متکلمین و محدثین اور عوام الناس بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ آپ کی علمی مجلسوں کا ڈسپلن اور طریقہ کار تھا کہ اوّل اوّل جو آتے جاتے نہایت مہذب طریقہ سے بیٹھتے جاتے۔ پھر کوئی ایک کتاب پڑھی جاتی اور مخدوم جہاں اپنی عالمانہ بصیرت و بصارت کے پیش نظر ان عبارتوں کی تشریحات و تفصیلات، مطالب اور پس منظر پر روشنی ڈالتے۔ اسی دوران کئے جانے والے سوالات کا نہایت ہی پر مغز اور تشفی بخش جواب دیتے۔ عارف باللہ کی ان مجلسوں میں کلام پاک، حدیث، فقہ، تفسیر، تاریخ، اصول، منطق، فلسفہ، ریاضی، ہیت و ہندسہ، راہ سلوک کے احوال و مقامات، تزکیہ نفس اور تصوف کے رموز و نکات غرض شریعت و طریقت اور علوم ظاہری اور علوم باطنی اور ان سے وابستہ تمام مسائل پر سیر حاصل بحثیں ہوا کرتیں اور لوگ خوب خوب فیض یاب ہوتے۔ اس سلسلہ میں ''معدن المعانی'' میں تفصیلات موجود ہیں۔ اس کے دیباچہ میں درج ہے :

> ''ہر مجلس میں مریدوں، نیک بندوں اور سچی طلب رکھنے والوں کا مجمع ہوتا تھا، ان میں سے ہر ایک اپنے حال اور کام کے مطابق ایک سوال کرتا جس کا تعلق طریقت، شریعت، حقیقت اور معرفت سے ہوتا، حضرت مخدوم الملک ہر سوال کا تشفی بخش جواب دیتے، ان کے بیان میں وضاحت اور ان کی مثالیں بے نظیر ہوتی تھیں، ہر بیان میں سینکڑوں معانی، ہر اشارہ میں ہزاروں لطیفہ لاریبی اور ہر معنی میں بے انتہا مفہوم اور ہر لطیفہ میں لاتعداد ادراکات، اور ہر مفہوم میں بے شمار حالات اور ہر ادراک میں بہت سے مقامات، اور ہر حال میں ناقابل بیان ذوق اور ہر مقام میں اتنی معلومات ہوتیں جن کی گنجائش دنیا میں نہیں''۔

مخدوم جہاںؒ کی جن تصانیف کا ذکر ہوا ہے ان میں ''ارشاد السالکین'' وہ تصنیف ہے جو چار سو صفحات پر مشتمل ہے اس میں مسئلہ توحید کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ 'ارشاد الطالبین' طالبان حق کو دی گئی ہدایتوں پر مشتمل ایک رسالہ ہے جسے ''برہان العارفین'' بھی کہتے ہیں 'رسالہ مکیہ و ذکر فردوسیہ' سات صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ہے جس میں اذکار کی مختلف قسمیں اور ان طریقوں کا بیان ہے جن پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت دی گئی ہے۔ ''رسالہ ارشادات'' ایک رسالہ ہے جس میں فلسفیانہ نقطہ نظر سے عارفانہ مسائل کی جانب کئے گئے ۱۳۹ اشارات ملتے ہیں۔ ''فوائد المریدین'' ایک مختصر رسالہ ہے جو مریدوں کی ہدایت کے لیے ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ اس میں کلمہ طیّبہ کی فضیلت، باجماعت نماز کی برکت، جنت، دوزخ، ایمان، والدین کے حقوق، زوجین

کے حقوق اور ہمسایہ کے حقوق کی تفصیلات درج ہیں۔''اجوبہ''۶۴ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ہے جس میں علمائے کرام اور دیگر زاہدین کی جانب سے کئے گئے مختلف النوع سوالات کے جوابات درج ہیں۔''مونس المریدین''۴۶ صفحات پر مشتمل ایک تصنیف ہے جس میں شریعت وطریقت، حقیقت کے مفاہیم، شب برأت کی فضیلت جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔''فوائد رکنی'' ایک رسالہ ہے جسے مخدوم جہاںؒ نے اپنے مرید خاص حضرت رکن الدینؒ کو اُن کے سفر حج بیت اللہ کے دوران اُن کے مطالعہ کے لئے لکھ کر دی تھی۔اس رسالہ کو مخدوم جہاںؒ کی تعلیمات کا نچوڑ کہا جا سکتا ہے۔''گنج لایفنی''۱۰۴ صفحات پر مشتمل مرتبہ ملفوظات ہے جس میں سکرات موت اور تلقین میت کا ذکر ہے۔''راحت القلوب'' مخدوم جہاںؒ کے انتقال سے قبل دس مجلسوں کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے حضرت زین بدر عربی نے مرتب کیا ہے۔اس میں حق کی رضا، سجدۂ آدمؑ، خواجہ اویس قرنیؓ، سادات کے اوصاف، قرآن کی تلاوت کے آداب، نماز جمعہ اور عاشورہ کا روزہ وغیرہ مباحث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔''مخ المعانی'' بھی حضرت زین بدر عربیؒ کا مرتب کردہ مجموعہ ملفوظات ہے۔اس میں ۵۳ مجلسوں کا ذکر ہے۔اس میں روزہ کی فضیلت، تصفیہ وتزکیہ، بشریت، شب معراج، مقام شہداء اور نماز تراویح جیسے موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔''فوائد الغیبی''۳۲ مجلسوں پر مشتمل مرتبہ ملفوظات ہے جس میں شہود ومشہود، اسمائے باری تعالیٰ، اور اقسام حقوق العباد پر بحث کی گئی ہے۔''مغز المعانی'' تزکیہ قلوب وتصفیہ نفوس، ذکر ومراقبہ، فکر ظاہر اور تفکر باطن جیسے موضوعات پر مشتمل ملفوظات ہے جسے شیخ شہاب الدین عمادؒ نے مرتب کیا ہے۔مخدوم جہاںؒ کے مرید خاص اور خلیفہ حضرت زین بدر عربیؒ نے''معدن المعانی'' مرتب کی ہے جو دو جلدوں میں ہے۔اس میں حدیث، تفسیر، فقہ، علم کلام کے ساتھ ساتھ تصوف کے رموز ونکات پر عالمانہ بحث کی گئی ہے۔''لطائف المعانی'' اسی تصنیف کی تلخیص ہے۔''خوان پرنعمت'' دراصل ۱۲۱ صفحات پر مشتمل معدن المعانی کا ضمیمہ ہے جسے حضرت زین بدر عربیؒ نے مرتب کیا ہے۔اس میں تصوف کے نکات اور شرعی وفقہی مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اسی میں مخدوم جہاںؒ کی وہ مناجات موجود ہے جو بہت ہی مقبول ومعروف ہے اور طالب حق کے لئے راہ سلوک میں مفید ثابت ہوتی ہے۔تذکرہ نگاروں کے مطابق مخدوم جہاںؒ کی تصانیف کی تعداد سترہ سو تک پہنچ چکی تھی۔افسوس کہ صرف ۳۵ر نسخے (مطبوعہ اور غیر مطبوعہ) ہی دستیاب ہیں۔مگر ہر تصنیف اپنے مضمون کے اعتبار سے نہایت ہی مستند جامع اور قابل قدر ہے۔ان ۳۵ رتصانیف میں سے جن کا ذکر خصوصیت سے کیا جاتا ہے وہ اس طرح ہیں :

(۱) اشارات۔(۲) اوراد خورد۔(۳) اوراد وسط۔(۴) اوراد کلاں۔(۵) ارشاد الطالبین۔(۶) ارشاد السالکین۔(۷) فوائد المریدین۔(۸) شرح آداب المریدین۔(۹) لطائف المعانی۔(۱۰) رسالہ مکیہ وذکر فردوسیہ۔(۱۱) رسالہ اجوبہ۔(۱۲) عقائد شرفی۔(۱۳) مرآۃ المحققین۔(۱۴) رسالہ اشارات۔(۱۵) رسالہ فوائد رکنی۔

اسی طرح مخدوم جہاںؒ کے ملفوظات کی دستیاب تعداد ۱۱ (مطبوعہ اور غیر مطبوعہ) ہیں جو اس طرح ہیں :

(۱) معدن المعانی ۔ (۲) خوان پر نعمت ۔ (۳) مخ المعانی ۔ (۴) فوائد غیبی ۔ (۵) گنج لایفنی ۔ (۶) مونس المریدین ۔ (۷) راحت القلوب ۔ (۸) ملفوظ الصفر ۔ (۹) حرالمعانی ۔ (۱۰) مغزالمعانی ۔ (۱۱) تحفہ غیبی ۔

مخدوم جہاںؒ شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے مکتوبات کی دستیاب تعداد ۴ ہے جو اس طرح ہے :

(۱) مکتوبات صدی ۔ (۲) مکتوبات دوصدی ۔ (۳) مکتوبات بست وہشت ، ایک اور یعنی چوتھا مجموعہ مکتوبات بھی ہے جو خواجہ محمد سعیدؒ اور خواجہ محمد معصومؒ کے نام ہے ۔ مکتوبات صدی میں ۱۰۰ مکتوبات، مکتوبات دوصدی میں ۱۵۱ مکتوبات اور مکتوبات بست وہشت میں اٹھائیس مکتوبات ہیں ۔ ان مکتوبات میں توحید و رسالت، عبادت و ریاضت، اخلاقیات، احسان، کرداراور تصوف کے رموز ونکات سے وابستہ تعلیم وتربیت اور رشد وہدایت کے موضوعات شامل ہیں ۔

مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے حیات نامہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو تقریباً تمام علوم میں دستگاہ حاصل تھی ۔ علم کلام، علم حدیث، فلسفہ ومنطق، تفسیر وادب، فقہ، فن ریاضی ، ہیت وہندسہ اور شریعت و طریقت وغیرہ ۔

حضرت عبدالحق محدث دہلویؒ ''اخبارالاخیار'' میں فرماتے ہیں :

''شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری، ولی از مشاہیر مشائخ ہندوستان است ۔ چہ احتیاج کہ کسی ذکر مناقب اوکند او را تصانیف عالی است بسیاری از آداب طریقت واسرار حقیقت درآنجا اندراج یافتہ'' ۔

بزرگان دین، علمائے کرام، محققین ومورخین اور اہل قلم دانشوروں نے مخدوم جہاںؒ ، اُن کی تعلیم وتربیت، رشد وہدایت اور بالخصوص اُن کے مکتوبات میں درج بیانات ونظریات پر بڑی بے باکی سے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ۔ چند اقوال ملاحظہ ہوں ۔

سید شاہ نجم الدین احمد فردوسی ترجمہ ''مکتوبات صدی اردو'' کے دیباچہ میں فرماتے ہیں :

''چنانچہ میں نے از سرنو تصوف کی اعلیٰ اعلیٰ کتابوں کا مطالعہ شروع کردیا ۔ سبحان اللہ، دیکھا تو ہر ایک کتاب اپنے اپنے رنگ میں ایک خزانہ معرفت نظر آئی ۔ یہاں تک کہ مکتوبات صدی حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین قدس سرہ کے دیکھنے کی نوبت آئی ۔ اس کے حسن بیان، اس کی دل فریبی نے مجھے تو اپنا والہ وشیدا بنالیا ۔ اور اس کے رمز و غمز نے بالکل تاب وتوازن چھین لی'' ـــ (۳۸)

سید صباح الدین عبدالرحمن اپنی مشہور کتاب ''بزم صوفیہ'' میں فرماتے ہیں :

''مکتوبات صدی تصوف کے تمام اہم مسائل پر مختصر، مگر محققانہ مباحث ہیں'' ـــ (صفحہ ۳۷۷)

سید ضمیر الدین احمدؒ ''سیرۃ الشرف'' میں فرماتے ہیں کہ :

''مکتوبات وملفوظات کو اٹھا کر دیکھو کہ مخدوم کی خصوصیتیں ان کتابوں میں کیسی درخشاں نظر آتی ہیں۔ اور اس وقت تک نہ صرف بہار میں بلکہ میں اوّلیت کا تمغہ پائے ہوئے ہیں۔مخدوم کا ایک ایک مکتوب اور مخدوم کے ملفوظات کی ایک ایک بحث بڑی بڑی ضخیم کتابوں کا کام دیتی ہے۔اس آزادی، شوخی، اور قوت کے ساتھ بیان کا حق ادا کیا گیا ہے کہ یہ خاصہ طور سے کہا جاسکتا ہے کہ اس طرز بیان کا مخدوم بلا اشتراک اجارہ لئے ہوئے تھے''۔۔۔(صفحہ ۳۴۷)

مولانا مناظر احمد گیلانی ''سبیل الرشاد'' میں رقم طراز ہیں :

'' دینی اور علمی برتریاں جو حضرت مخدوم کو بارگاہ ربانی سے ارزانی فرمائی گئی ہیں، اُن سے تو دنیا واقف ہے۔لیکن کم از کم میرا خیال تو یہی ہے کہ نثر نگاری میں سعدی شیرازی کے بعد کسی کا نام ہند ہی نہیں بلکہ ایران میں بھی اگر لیا جاسکتا ہے تو شاید وہ بہار کے مخدوم الملک ہی ہو سکتے ہیں۔مکتوبات کی شکل میں جو ارقام فرمایا ہے فارسی زبان میں اس کی نظیر نہیں ملتی''۔۔۔(جلد اول)

حضرت معین دردائی ''سلسلہ فردوسیہ'' میں لکھتے ہیں :

'' مخدوم الملک کی تمام تصانیف اور ملفوظات یوں تو اہم اور مشعل ہدایت ہیں۔لیکن ان کے مکتوبات کی اہمیت، مقبولیت افادیت بالخصوص بہت زیادہ ہے''۔۔۔ (صفحہ: ۱۹۴)

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے ''اخبار الاخیار'' میں فرمایا :

''اورا تصانیف عالی است، از جملہ تصانیف او مکتوبات مشہور و لطیف ترین تصانیف اوست، بسیار از آداب طریقت و اسرار حقیقت بداں جا اندراج یافتہ''۔۔۔(صفحہ ۱۰۹)

ابوالفضل نے '' آئین اکبری'' میں لکھا ہے :

''وفراواں تصنیف از و یادگار، ازاں میاں مکتوبات او در سر شکنی نفس آزمودن دارد''۔۔۔(صفحہ ۱۲۷)

شاہ شعیب فردوسیؒ نے مناقب الاصفیا میں لکھا ہے کہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے فرمایا :

''مکتوبات شیخ شرف الدین کفر صد سالۂ ما بر کف دست نمود''۔۔۔(صفحہ ۱۴۰)

(شیخ شرف الدین کے مکتوبات نے میرے سو سال کے کفر کو میری ہتھیلی پر رکھ دکھلا دیا)۔

مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے مکتوبات کی اہمیت کا اندازہ ان مشاہیر وقت کے بیانات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ تمام مکتوبات دراصل مخدوم جہاںؒ کی وہ تعلیمات ہیں جس کا اصل مقصد یہی ہے کہ مخلوق اپنے خالق کو پہچان لے، بندۂ خدا کا رشتہ خدا سے جوڑ دیا جائے اور عوام الناس بخوبی یہ سمجھ لیں کہ مذہب اسلام سلامتی اور شانتی کا مذہب ہے۔ نفرت اور دل آزاری کا کوئی درس اس میں نہیں ملتا بلکہ اس مذہب میں اخلاق، کردار، احسان، الفت و محبت اور عزت و

احترام کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔شطاریہ سلسلہ کے ایک مشہور بزرگ حضرت شیخ محمد غوث گوالیریؒ نے اپنی تصنیف ''اوراد غوثیہ'' کے شروع ہی میں راہ سلوک کے مسافروں کے لئے جو وصیتیں کی ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی وصیت بہت خوب ہے جس میں تعلیم وتربیت، رشد وہدایت اور بہتر رہنمائی کی خاطر حضرت شیخ محمد غوث گوالیریؒ نے ان مکتوبات کو کسی پیر کی غیر موجودگی کا متبادل قرار دیا ہے۔فرماتے ہیں :

''اگر مرشد حاضر نہ باشد مکتوبات شیخ شرف الدین منیری مطالعہ کند تا فریب نفس ووسواس خناس در یابد''۔

عظیم مؤرخ ومحقق اور صوبہ بہار میں تصوف کے ضمن میں انسائیکلو پیڈیا کے طور پر تسلیم کئے جانے والے عظیم محقق و مؤرخ حکیم سید محمد مولانا شعیب رضوی نیر پھلواروی علیہ الرحمۃ کی تحقیق کے مطابق :

''آپ کے مکاتیب کا زیادہ حصہ آپ کی حیات ہی میں عام ہو چکا تھا اور اس سے بھی مرید اور غیر مرید دونوں نے فائدہ حاصل کئے۔مریدوں کی تعلیم، مجاہدہ اوراذ کار و اشغال کے ذریعہ آپ کس طرح فرماتے تھے کہ اس کا معلوم ہونا مشکل ہے اگرچہ بعض ملفوظ میں ایسی چیزیں بھی ملتی ہیں مگر ان کا حال یہ تھا کہ تعلیم ہر شخص کی حیثیت اور محنت وطلب کے مطابق ہوتی تھی''۔

مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے اور آپ کے خلفاء کی تعداد تقریباً ۳۱۳ بتائی جاتی ہے۔ان خلفاء نے بھی مخدوم جہاںؒ کی تعلیمات کو عام کرنے اور درس وتدریس اور رشد و ہدایت کے کاموں میں معاونت فرمائی۔ان میں چند بہت ہی قابل قدر اور قابل احترام خلفاء کے نام اس طرح ہیں :

(۱) حضرت مولانا مظفر بلخیؒ۔(۲) حضرت مخدوم راستی پھلوارویؒ۔(۳) حضرت مولانا آمونؒ۔(۴) حضرت مولانا قاضی شمس الدینؒ۔(۵) حضرت مولانا قاضی صدر الدینؒ۔(۶) حضرت زین بدر عربیؒ۔(۷) حضرت شیخ ذکی الدینؒ۔(۸) حضرت مولانا جلال الدینؒ (خواہر زادہ شیخ نجیب الدین فردوسیؒ)۔(۹) حضرت مولانا نظام الدینؒ (خال زادۂ مخدوم جہاںؒ)۔ (۱۰) حضرت سید علیم الدین گیسو دراز دانش مند نیشاپوریؒ۔(۱۱) حضرت مولانا شہاب الدین ناگوریؒ۔(۱۲) حضرت مولانا نصیر الدینؒ۔(۱۳) شیخ خلیل الدینؒ۔(۱۴) حضرت مولانا ابراہیمؒ۔(۱۵) حضرت مولانا قمر الدینؒ۔(۱۶) حضرت مولانا نصیر الدین سمنانی اودھیؒ۔(۱۷) حضرت سید العارفین سید علی ہمدانیؒ۔(۱۸) مولانا اوحد الدین (خواہر زادہ شیخ نجیب الدین فردوسی)۔(۱۹) حضرت شیخ وحید الدین (ہرسہ یاران شیخ نظام الدین)۔(۲۰) قاضی بدر الدین ظفر آبادی۔

مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ (۱۲۶۲ء سے ۱۳۸۰ء) کی پیدائش سُلطان ناصر الدین محمود کے زمانہ میں صوبہ بہار کے ضلع پٹنہ میں بمقام منیر شریف ۲۹ شعبان ۶۶۱ھ بمطابق ۱۲۶۲ء کو ہوئی ''شرف آگیں'' آپ کی پیدائش کا مادّہ تاریخ ہے۔آپ کے جدّ اعلیٰ حضرت امام محمد تاج فقیہؒ بیت المقدس سے ۵۷۶ھ بمطابق ۱۱۸۰ء کو منیر تشریف لائے۔

یہاں کے راجا سے جنگ کی اور منیر فتح کرنے کے بعد کچھ عرصہ منیر میں گزار کر منیر کی سیاسی باگ ڈور کے ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام اور شریعت وطریقت کی اشاعت کی ذمہ داری اپنے تین صاجزادوں حضرت شیخ اسرائیلؒ، حضرت شیخ اسمٰعیلؒ اور حضرت شیخ عبدالعزیزؒ کو سپرد کی اور انہیں اپنا قایم مقام بنا کر بیت المقدس واپس ہو گئے۔ درایں اثناء بانی سلسلہ سہروردیہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید وخلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی پیر جگجوتؒ نے کاشغر (بملک ایران) کی سلطنت ترک کر کے فقیری اختیار کی اور راہ سفر طے کرتے ہوئے گنگا کے کنارے شہر پٹنہ سے قریب بمقام جیوٹھلی پہنچ کر اقامت اختیار کی۔ پیر جگجوتؒ کی چار بیٹیاں تھیں اور سبھی ولیہٗ کاملہ تھیں۔آپ کی بڑی بیٹی بی بی رضیہ کی شادی حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ سے ہوئی جو حضرت اسرائیل بن امام محمد تاج فقیہؒ کی سب سے بڑی اولاد تھی۔ پیر جگجوت شیخ شہاب الدینؒ (کچّی درگاہ، جیوٹھلی) کی منجھلی بیٹی بی بی صبیحہ کی شادی حضرت موسیٰ ہمدانیؒ سے ہوئی جن کے صاجزادے شیخ احمد چرم پوشؒ تھے۔سنجھلی بیٹی، بی بی کمال کی شادی حضرت سلیمان لنگر زمین سے ہوئی۔ پیر جگجوتؒ کی چھوٹی بیٹی بی بی جمال کی شادی حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کے مرید وخلیفہ حضرت آدم صوفی (پکّی درگاہ، جیوٹھلی) کے صاجزادے حضرت شیخ حمید الدینؒ سے ہوئی۔ اس طرح حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی پیر جگجوتؒ کا صوفی خانوادہ صوبہ بہار میں کئی مقامات پر پھیل گیا۔ چنانچہ صوبہ بہار میں صوفی خانوادہ کی منظم شروعات پیر جگجوتؒ کے خانوادہ سے ہوئی ہے۔ حضرت مخدوم یحییٰ منیریؒ اور بی بی رضیہؒ کے چار صاجزادے تھے۔ شیخ جلیل الدین، شیخ شرف الحق، شیخ خلیل الدین اور شیخ حبیب الدین۔ شیخ شرف الحق یعنی مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ جنہوں نے ۷۲۰ھ بمطابق ۱۳۲۰ء کے دوران بہار شریف (موجودہ ضلع نالندہ) میں سکونت اختیار کی۔ مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کا وصال ۶ شوال، جمعرات کی رات، عشا کی نماز کے وقت، ۷۸۲ھ بمطابق ۱۳۸۰ء کو ہوا۔آپ کی وفات کا مادّہ تاریخ ''وفات پُر شرف'' ہے۔حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔مخدوم جہاںؒ کے عزیز ترین مرید وخلیفہ حضرت مولانا زین بدر عربیؒ، جو اس وقت کے تمام حالات وواقعات کے عینی شاہد ہیں اُنہوں نے مخدوم جہاںؒ کے سفر آخرت کی پُر کیف کیفیات اور جذبہ عقیدت میں ڈوبی ہوئی روداد کو نہایت تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ مزار مبارک بہار شریف میں ہے اور مرجع خلائق ہے۔

مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے جاں نثار مرید وخلیفہ اور تربیت یافتہ حضرت مظفر بلخیؒ نے آپ کا سلسلہ، سلسلہ فردوسیہ جاری کیا۔ انہیں اولاد ذکور نہیں تھی لہٰذا انہوں نے اپنے برادر زادے یعنی بھائی معز الدین بلخیؒ کے صاجزادے حضرت حسین نوشہ توحید کو سجادہ نشین بنایا۔سجادگی کا یہ سلسلہ حضرت مخدوم حافظ درویش بلخیؒ تک جا کر اس خانوادۂ بلخی میں مندرس ہو گیا۔عظیم محقق حضرت مولانا سید شاہ حکیم محمد شعیب رضوی نیر پھلواریؒ کی تحقیق کے مطابق حضرت مخدوم حافظ بلخیؒ نے حضرت مخدوم الملک کی پوتی بی بی بارکہؒ کی جاری نسل سے ایک بزرگ حضرت شاہ علیم الدین عرف شاہ بھیکھ فردوسی کو از راہ

احترام سجادگی سپرد کر دی۔ اس وقت سے ابھی تک یہ سلسلہ سجادگی الحمدللہ! مخدوم الملک کے خاندان ہی میں جاری ہے۔ حکیم شعیب صاحبؒ پھلواروی نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ حضرت مخدوم جہاںؒ کی پوتی بی بی بارکہؒ کی اولادِ صلبی میں حضرت سید شاہ رحمت اللہ بن سید قطب الدینؒ گذرے ہیں جنہوں نے تاج العارفین حضرت شاہ مجیب اللہ قادری پھلورویؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ مخدوم جہاںؒ کی خانقاہ، بہار شریف اور خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف کے درمیان زمانہ قدیم سے رشتہ استوار رہا ہے۔

مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ (پیدائش: ۱۲۶۲ء اور وفات: ۱۳۸۰ء) کے مکتوبات اور حضرت مجدد الف ثانیؒ (پیدائش: ۱۵۶۴ء اور وفات: ۱۶۲۴ء) کے مکتوبات کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان مکتوبات کے ذریعہ خلق خدا کی تعلیم وتربیت، رشد وہدایت، فلاح وبہبود اور اصلاح کے واسطے بے پناہ کوشش کی گئی ہے۔ مخدوم جہاںؒ نے اپنے مکتوبات (مکتوبات صدی) کے ذریعہ سلسلہ فردوسیہ کی اشاعت کی تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات (مکتوبات امام ربانی) کے ذریعہ سلسلہ نقشبندیہ کو وسعت دی۔ اول تو ''مکتوبات امام ربانی'' کے مکتوبات کی بنیاد یعنی درس وتدریس کا طریقہ کار، فاصلاتی نظام تعلیم کی نوعیت کا طریقہ کار نہیں تھا۔ فرض کرلیں کہ ان کا طریقۂ کار فاصلاتی نظام تعلیم پر مبنی تھا، تو بھی یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ زمانہ مخدوم جہاںؒ کے بعد کا زمانہ ہے۔ جبکہ مخدوم جہاںؒ کا زمانہ سلطان محمد بن تغلق کا زمانہ ہے جبکہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا زمانہ بادشاہ اکبر اور جہانگیر کا زمانہ ہے۔ مخدوم جہاںؒ کے زمانہ میں درس وتدریس اور رشد وہدایت کی غرض سے ان کے مکتوبات کی رسائی اُن کے مریدین کے گھر تک ہوتی تھی جو فاصلاتی نظام تعلیم کا اہم خاصہ ہے۔ لہٰذا فاصلاتی نظام تعلیم کی بنیاد سلطان محمد بن تغلق کے زمانہ میں مخدوم جہاںؒ نے ہی رکھی۔ دوسری جانب یہ کہنا بھی حق بجانب ہے کہ مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ ہندوستان ہی نہیں بلکہ دنیا میں ''فاصلاتی نظام تعلیم'' کے بانی ہیں۔

فاصلاتی نظام تعلیم کے تحت مکتوبات کی رسائی کے لئے ڈاک یا پیغام رسانی کے بہتر نظام کا رائج ہونا بھی نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستان میں ڈاک کا نظام فاتح سندھ محمد بن قاسم ہی کے زمانہ میں شروع ہو چکا تھا۔ سندھ سے عرب سات دن میں ڈاک پہنچتی تھی۔ عہد غزنوی میں سواروں اور پیادوں کے ذریعہ ڈاک بھیجنے کا نظام رائج ہوا۔ خلجی دور میں تو باضابطہ ایک محکمہ برید ہی قایم کر دیا گیا تھا۔ غیاث الدین تغلق کا زمانہ آتے آتے اتنی ترقی ہوگئی تھی کہ دلّی سے دکن ہفتہ میں دو بار ڈاک آتی اور جاتی۔ بادشاہ محمد بن تغلق نے ہندوستان میں اس نظام کو اس قدر فروغ دیا کہ بادشاہ کو دولت آباد میں روزانہ تازہ گنگا جل مل جاتا تھا جبکہ دلّی اور دیوگیری کا فاصلہ چالیس روز سے کم کا فاصلہ نہ تھا۔ اس طرح اب یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ مخدوم جہاںؒ کے زمانہ میں ڈاک یا پیغام رسانی کا نظام کیسا تھا؟ بہتر اور کامیاب تھا یا نہیں؟ چنانچہ جب ڈاک کا نظام نسبتاً بہتر تھا تو قرین قیاس یہ ہے کہ پیغام رسانی کی جو بھی شکل اس وقت اختیار کی گئی ہوگی وہ بھی نسبتاً بہتر اور کامیاب شکل ہوگی۔ دوسری جانب مغربی ادیبوں اور دانشوروں بالخصوص مغربی ماہرین تعلیم نے دنیا میں ''فاصلاتی نظام تعلیم'' کا بانی سر ایساک پیٹمین کو

تسلیم کیا ہے جس نے ۱۸۴۰ء میں انگلینڈ میں ’’سر ایساک پٹمینس کالج‘‘ قایم کیا۔ پھر ولیم ہارپر (۱۸۵۶ء۔۱۹۰۶ء) کو امریکہ میں فاصلاتی نظام تعلیم کا سرپرست تسلیم کیا گیا۔ دعویٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ بوسٹن میں کیلیب فیلیپس نامی ایک تعلیم یافتہ شخص نے ۱۷۰۰ء میں شارٹ ہینڈ سکھانے کی غرض سے فاصلاتی کورس شروع کیا تھا۔ اب اگر ۱۷۰۰ء کو ہی اصل تسلیم کر لیا جائے پھر بھی کہاں مخدوم جہاںؒ کا ۱۳۸۰ء کا زمانہ!؟ اور کہاں ۱۷۰۰ء کا زمانہ!؟ چنانچہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ ہی دنیا میں وہ عظیم المرتبت بزرگ ہیں جو شعوری یا غیر شعوری طور پر ’’فاصلاتی نظام تعلیم‘‘ کے بانی ہیں۔

اگر بساغر دریا ہزار بادہ کشم ❖ ہنوز ہمت من بادۂ دگر کشد

درنشاط من کشادہ تر باشد ❖ کہ مست باشم ساقی مرا بکشد

مراجع ومصادر :

(۱) مکتوبات صدی، مرتبہ: پروفیسر ڈاکٹر سید شاہ محمد نعیم ندوی۔

(۲) مکتوبات دوصدی، مترجم: حکیم سید شاہ قسیم الدین احمد شرفی فردوسی۔

(۳) تصوف اور شریعت: ڈاکٹر محمد عبد الحق انصاری۔

(۴) تصوف اور صوفیا کی تاریخ (عرب سے ہندوستان تک): ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن۔

(۵) تصوف اور شیخ شرف الدین احمد منیریؒ: ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن۔

(۶) مکتوبات اردو کا ادبی وتاریخی ارتقا: خواجہ احمد فاروقی۔

(۷) ہسٹری آف ڈسٹنس لرننگ: جارج ملّر۔

(۸) تصوف (رسم اور حقیقت): خواجہ حسن ثانی نظامی۔

(۹) کشف السلوک: ڈاکٹر الحاج سید شاہ محمد اظہار الحسن اظہر ہاشمی۔

(۱۰) آپ بیتی نمبر (ماہنامہ نقوش)۔

(۱۱) تجلیات انوار ذکر شیوخ بہار (قلمی، جلد اول): حکیم مولانا سید محمد شعیب رضوی نیر پھلواروی۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

توجہ طلب

سہ ماہی مجلہ ’’المجیب‘‘ میں شائع ہونے والے مضامین میں حسب ضرورت تلخیص اور الفاظ وتراکیب کی تصحیح کرنی پڑتی ہے۔

اہل قلم حضرات کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اِسے گوارہ فرمائیں۔ بصورت دیگر ہماری معذرت قبول فرمائیں ــــ (ادارہ)

سامی ادیان میں
عائلی نظام کی بنیاد اور اس کی سرپرستی

● ڈاکٹر ظفر دارک قاسمی — پوسٹ ڈاکٹریٹ فیلو، شعبۂ سنی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

معاشرتی اداروں میں عائلی زندگی کو نہ صرف کلیدی حیثیت حاصل ہے بلکہ اسے تعمیر معاشرہ کی بنیادی اینٹ کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ عربی لغت میں خاندان کے لئے عائلہ — اسرہ، عشیرہ اور رھط کے الفاظ مستعمل ہیں۔ امام راغب اصفہانی کے نزدیک "اسرۃ الرجل" کے معنی افراد خاندان کے ہیں جن سے آدمی قوت حاصل کرتا ہے۔(۱) قرآنی اصطلاح میں بھی "اسرۃ" کے لفظ کے اندر بندش اور مضبوطی کا مفہوم پایا جاتا ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالی ہے۔ وشددنا اسرھم "اور ہم نے ان کے جوڑے اور بندھن مضبوط کئے"۔

اسرہ یا خاندان کنبہ، فیملی برادری یا مضبوط زرہ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اسی مفہوم کو Library of World Knowledge کے مصنف نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

> The family is a fundamental unit of an organized society, commonly. It is also applied to those having a common an cestry and collectively used to denote agroup consisting of parents and children. remained as tribe, clan or race.(2)

گویا خاندان افراد کو خونی رشتہ — گھر، قبیلہ یا نسل کی بنا پر ایک دوسرے سے جوڑے رکھتا ہے۔ پرندوں اور جانوروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ روئے ارضی پر خاندان کا آغاز انسان کے وجود میں آنے سے قبل ہی ہو چکا تھا۔ مگر چرند پرند کے قائم کردہ خاندان کی حیثیت عارضی اور جزوقتی ہے۔ انسان کا معاملہ مختلف ہے۔ یہاں نونہال کو طویل عرصہ تک تکمیل ضروریات کے لئے گھرانے کی احتیاج رہتی ہے۔ جہاں خواتین دیگر افراد کی معیت میں پرورش اور نگہداشت کی

ذمہ داریاں سنبھالتی ہیں ۔بقول میگ ڈوگل ہمارے پاس کوئی خاص دفتر کسی قبیلہ یا جماعت کا ایسا موجود نہیں جس میں خاندان کی کوئی شکل موجود نہ ہو۔ (۳)

معروف ماہر سماجیات کنگسلے ڈیوس)(Kingsley Devis) کے مطابق ہر افسانے، متحرک تصویروں ناول اور ڈرامے کا مرکزی موضوع رومانوی محبت ہوتا ہے ۔مزاح، گپ شپ حتی کہ صحافت میں بھی جنس اور خاندانی تعلقات کو موضوع بنایا جاتا ہے ۔ یہاں تک کہ خاموش کتابیں بھی راگ الاپ رہی ہیں کہ شخصیت کی نشوونما اور معاشرتی بھلائی کے لئے خاندان ایک بنیادی اور آفاقی ادارہ ہے ۔(۴)

تینوں سامی مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں مرد کو خاندان کا سربراہ قرار دیکر اسے تفوق اور برتری بخشی ہے ۔ چنانچہ خاندان کے اجزائے ترکیبی میں عورت، والدین اور اولاد، دیگر اعزہ و اقارب اور ملازمین بھی ہیں لیکن مرد ہی پر ذمہ داری عائد کی گئی کہ اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر خاندان کے نظم وضبط کو درست اور چاق و چوبند رکھے اور اس سے وابستہ افراد کی حرکات وسر گرمیوں پر نظر رکھے مرد کی اس حیثیت کے بارے میں یہودی نقطہ نظر کو واضح کرتے ہوئے ’’قاموس الکتاب‘‘ کے مصنف نے کہا ہے کہ مرد کے لئے عبرانی زبان میں لفظ ’’ایش‘‘ استعمال کیا گیا ہے، شوہر کو بیوی کا مالک (بعل) اور خداوند (ادون) بھی پکارا جاتا تھا جس سے شوہر اور بیوی کے عملی تعلق پر روشنی پڑتی ہے عورت شادی سے قبل باپ کے اور بعد میں شوہر کے تابع تھی ۔آدمی عورت کو طلاق دے سکتا ہے تھا لیکن بیوی کے پاس یہ ایسا کوئی اختیار نہ تھا ۔(۵)

گھر کی سرپرستی کا مسئلہ :

عہد حاضر میں عائلی نظام کو درپیش مسائل میں سے ایک بنیادی اور اہم ترین مسئلہ گھر کی قیادت اور سربراہی کا ہے، شوہر اپنی جسمانی ساخت، مردانہ طبیعت وجبلت اور عائلی ذمہ داریوں کے باعث اپنے آپ کو گھر میں قائد اور سربراہ منوانا چاہتا ہے اور مردو خواتین میں مساوات کے غیر فطری نظریہ اور مغربی تہذیب سے متاثر خواتین اسے اپنی ہتک محسوس کرتی ہیں ۔

جبکہ اس مسئلہ میں بنیادی اور اصولی بات یہ ہے کہ گھر ایک چھوٹا سا معاشرتی ادارہ ہے اور کسی بھی چھوٹے بڑے ادارے کو قائم رکھنے، اس کے نظام کو بہتر انداز میں چلانے، اس کے ممبران یا عملہ کی رہنمائی اور ان کی ضروریات کی تکمیل کے لئے انتظامی اور عقلی طور پر لازم ہے کہ اس ادارہ کا کوئی منتظم ہو اور یہ سربراہ وہی ہونا چاہئے کہ جس کے اندر اس معاشرتی ادارے کو بحسن وخوبی چلانے کے لئے استعداد وصلاحیت کا ہونا ضروری امر ہے ۔بناء بریں ادارے کے کسی بھی فرد کو اپنی بے عزتی محسوس کرنے کا عقلاً وشرعاً کوئی جواز نہیں بنتا ہے ۔اس وجہ سے اسلام نے مرد کو گھر کا سربراہ قرار دیا ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہے :

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ ــــ(النساء: ۳۴)

ترجمہ : مرد عورتوں پر نگراں ہیں اس لئے کہ اللہ نے ان کے بعض (مردوں) کو بعض (عورتوں) پر (خلقی اعتبار سے) فضیلت دی ہے اور اس لئے کہ مرد (عورتوں پر) اپنے مالوں میں سے خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں (اللہ کے اس حکم اور خاوندوں کی) اطاعت کرنے والی ہیں (اور خاوندوں کی) غیر موجودگی میں (ان کی عزت ومال) کی حفاظت کرنے والی ہیں۔

درج بالا آیت میں ''قوامون'' کا واحد قوام ہے جس کے معنی ہیں امور کا منتظم، اچھی نگرانی کرنے والا یا امیر ہے۔(۶) اس لفظ میں مبالغہ کا مفہوم مدنظر رکھتے ہوئے علامہ رازی نے اس کا مفہوم یوں بیان کیا ہے۔

القوام اسم لمن یکون مبالغاً فی القیام بالامر یقال ھذا قیم المرأۃ وقوامھا یقوم بامرھا یھتھم بحفظھا۔(۷)

ترجمہ : قوام عربی لغت میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی معاملہ کی اچھی طرح نگرانی کرتا ہو۔ اس مفہوم کے مدنظر عورت کا قیم یا اس کا قوام اس آدمی کو کہا جاتا ہے جو عورت کے معاملہ کی نگرانی کرتا ہو اور اس کی حفاظت کرنے والا ہو۔

اس کے علاوہ متعدد جسمانی، دماغی اور دینی امور میں بھی عورت پر برتری دی گئی ہے۔ اس وجہ سے علامہ زمخشری نے درج بالا آیت کی تفسیر میں قوامیت کی عقلی دلیل یا وجوہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :

''اہل علم و دانش نے بیان کیا ہے کہ عقل، احتیاط، عزم و استقلال قوت و طاقت، گھڑ سواری اور تیر اندازی جیسی صفات میں مرد عام طور پر عورتوں پر فضیلت رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انبیاء و مرسلین بھی (مردوں) میں سے ہوئے اور امامت کبری (ملک کی سربراہی) اور امامت صغری (نماز کی امامت) بھی انہیں کے سپرد کی گئی۔ علاوہ ازیں جہاد، اذان، خطبہ، مسجد میں اعتکاف، حدود و قصاص میں گواہی جیسی ذمہ داریاں ان کے سپرد کی گئیں۔ نیز میراث میں ان کا زیادہ حصہ رکھا گیا۔ اسی طرح نکاح کی ولایت طلاق، طلاق سے رجوع اور چار شادیوں کا اختیار بھی انہیں دیا گیا ہے۔ اولاد کا سلسلہ نسب بھی انہیں کی طرف منسوب ہوتا ہے''۔۔۔(۸)

آیت مذکورہ کی رو سے عورتوں پر مردوں کی برتری اور قوامیت کی دوسری اور کسبی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام نان ونفقہ اور ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں۔

مولانا عبدالماجد دریابادی سورہ بقرہ کی آیت: وللرجال علیھن درجۃ کے ذیل میں لکھتے ہیں :

''تہذیب جاہلی'' زمانے میں عجیب عجیب بے اصل اور تمام تر غلط دعوے کرتی رہتی ہے اور بعد کو ان دعوؤں کی عملی تردید بھی ہوتی رہی ہے۔ تہذیب جدید کے انہی بے بنیاد مفروضوں میں سے ایک دعوی یہ بھی ہے کہ مرد عورت ہر حیثیت اور ہر اعتبار سے ہم درجہ ہیں۔ محض دعوی کتنی ہی کثرت سے دہرایا جائے، دعوی ہی رہے گا، دلیل نہ بن جائے گا۔ قرآن ابھی ابھی جاہلیت کے ایک مفروضہ کی تردید میں کہہ چکا ہے کہ عورت بے حقی نہیں ہے وہ بھی مردوں کی طرح

اپنے حقوق رکھتی ہے ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف اب وہ جاہلیت کے دوسرے دعوی کی تردید میں بے دھڑک اعلان کر رہا ہے کہ دونوں جنسوں میں مساوات مطلق رہے ۔مرد عورت کا مالک نہیں ۔عورت اس کی کنیز یا باندی نہیں ،بلحاظ حقوق دونوں ایک سطح پر ہیں پھر بھی مرد عورت پر ایک گونہ فضیلت رکھتا ہے ۔جدید علوم وطبعیات کے ماہرین جنہوں نے مرد وزن کی جسمانی ساخت وترکیب ،دماغی و ذہنی قوی اور طبعی خصوصیات کے مطالعہ وتحقیق میں عمریں بسر کر دی ہیں ،ان کی بڑی جماعت آخر اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے متمم ومکمل ہیں تاہم بلحاظ عقل مرد ہی کو فضیلت حاصل ہے اور عورت جن ملکوں میں مردوں کے برابر ثابت بھی ہوئی ہے تو وہاں اپنی نسوانیت کا خون کرتی ہے“—(۹)

البتہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مردوں کے قوام ہونے کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ مرد عورتوں کے مالک اور عورتیں ان کی زرخرید لونڈیاں ہیں ،ان کی کوئی معاشرتی حیثیت نہیں ہے ۔ان کو اختیار نہیں ہے ان کا کوئی حق نہیں یا وہ مردوں کے مقابلہ میں کمتر مخلوق ہیں اس مفہوم کو مولانا مودودی نے درج ذیل آیت کی تفسیر کے تحت لکھا ہے: بما فضل الله بعضهم علی بعض۔

”یہاں فضیلت بمعنی شرف اور کرامت اور عزت نہیں ہے جیسا کہ ایک عام اردو خواں آدمی اس لفظ کا مطلب لے گا بلکہ یہاں یہ لفظ اس معنی میں ہے کہ ان میں سے ایک صنف (یعنی مرد) کو اللہ نے طبعا بعض ایسی خصوصیات اور قوتیں عطا کی ہیں جو دوسری صنف (یعنی عورت) کو نہیں دیں یا اس سے کم دی ہیں ۔اس بناء پر خاندانی نظام میں مرد ہی قوام ہونے کی اہلیت رکھتا ہے اور عورت فطرتا ایسی بنائی گئی ہے کہ اسے خاندانی زندگی میں مرد کی حفاظت وخبر گیری کے تحت رہنا چاہئے“—(۱۰)

اسی بات کی وضاحت بائبل میں بھی موجود ہے یعنی بائبل کے مطابق مرد ہی سربراہی کے اعلی عہدہ پر فائز نظر آتا ہے :

”مسیح کل بنی آدم کا سر ہے ۔اسی طرح عورت کا سر مرد ہے ۔عورت کو واجب ہے کہ مرد کے ماتحت رہے اور اس کے مقام پر ناواجب قبضہ نہ کرے“—(۱۱)

ایک اور مقام پر عورتوں کو شوہروں کی برتری کا احساس دلایا گیا ہے :

”اے بیویو! اپنے شوہروں کی تابع فرمان رہو جیسے خداوند کی“—(۱۲)

شوہر کی فرماں برداری کرنے والی عورت عیسائیت میں اچھی بیوی قرار دی گئی ہے۔

”اگلے زمانے میں خدا پر امید رکھنے والی مقدس عورتیں اپنے آپ کو اس طرح سنوارتی تھیں اور اپنے شوہر کے تابع رہتی تھیں ۔چنانچہ سارا ابرام کے حکم میں رہتی تھی اور اسے خداوند کہتی تھی“—(۱۳)

گویا مرد گھر کا حکمراں تھا مگر اہل وعیال کے ساتھ حسن سلوک بھی اس پر واجب تھا جیسا کہ مرقس کے اس فقرے سے واضح ہوتا ہے :

”شوہروں پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیویوں سے اپنے بدن کی طرح محبت رکھیں۔ جو اپنی بیویوں سے محبت رکھتا ہے وہ اپنے آپ سے محبت رکھتا ہے کیونکہ کسی نے کبھی اپنے جسم سے دشمنی نہیں کی بلکہ اس کو پالتا اور پرورش کرتا ہے“— (۱۴)

عورت کی ملازمت کا مسئلہ :

آج کے صنعتی، کاروبار میں مسابقت، ترقی یافتہ، ماڈرن اور مغربی تہذیب وافکار سے متاثر دور میں عائلی زندگی کے میدان میں جن مسائل نے جنم لیا ہے، ان میں ایک اہم مسئلہ عورت کی ملازمت کا ہے جس سے عائلی زندگی میں مزید الجھنیں پیدا ہوگئی ہیں۔ اس سلسلہ میں قرآن واضح طور پر اعلان کرتا ہے :

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط —(الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ : اور تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلی (پرانی) جاہلیت کی بے پردگی (بلا ضرورت) بے پردہ ہو کر نہ نکلو نیز نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتی رہو۔

آیت کے ذیل میں ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے :

ای الزمن بیوتکن فلا تخرجن لغیر حاجة — (۱۵)

ترجمہ : اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو یعنی اپنے گھروں کو لازم پکڑے رکھو پس بغیر کسی حاجت کے گھروں سے باہر نہ نکلو“۔

اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں :

امر بالقرار فی البیوت و عدم الخروج بقصد المعصیة ولیس فی الآیة نہی عن الخروج من البیت مطلقا — (۱۶)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو گھروں میں ٹکے رہنے اور نافرمانی کے ارادے سے گھر سے نہ نکلنے کا حکم دیا ہے آیت میں گھر سے مطلق روکنے کا مفہوم نہیں پایا جاتا۔

سیاق وسباق کے اعتبار سے گھروں میں ٹھہرے رہنے کا یہ حکم اگر چہ ازواج النبی کو دیا گیا تاہم معنا اس میں دوسری عورتیں بھی داخل ہیں، چنانچہ علامہ قرطبی آیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :

”اس آیت میں گھر کو لازم پکڑنے کا حکم ہے۔ یہاں خطاب اگر چہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے ہے تاہم

اس حکم میں معناً دوسری عورتیں بھی داخل ہیں یہ اس لئے کہ اگر یہاں کوئی ایسی دلیل نہ بھی ہو جس سے مذکورہ حکم کو تمام عورتوں کے ساتھ خاص کیا جائے تو بھی شریعت ایسے احکام و ہدایات سے بھری پڑی ہے جو عورتوں کو اپنے گھروں میں ٹھہرے رہنے اور بلا ضرورت گھروں سے باز رہنے کو لازم ٹھہراتے ہیں''—(۱۷)

بہر کیف اس آیت اور اس کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ مسلمان عورت کا دائرہ کار اور اصلی میدان اس کا گھر ہے اس لئے بغیر کسی واقعی ضرورت اور شرعی حاجت کے محض سیر و تفریح، اسلامی نقطۂ نظر سے ناجائز ہے۔ اس کے علاوہ احادیث، فقہ اور صحابیات کا عمل اس پر شاہد عدل ہے کہ عورت کو بلا ضرورت گھر سے نہیں نکلنا چاہیئے کیونکہ اس کا اصل دائرہ کار امور خانہ داری ہے۔ ملازمت کرنا یا کسب معاش کے ذریعہ شوہر اور دیگر اہل خانہ کے اخراجات کا انتظام کرنا شرعی اور بنیادی طور پر اس کی ذمہ داری نہیں۔ مغرب کے سرمایہ دارانہ معاشرتی نظام میں خواتین کے ملازمت کے پس پردہ دو بڑے محرکات ہیں، ایک تو خود غرضی اور دوسرے لذت پرستی۔

اگر یہودیت کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہاں بھی اس طرح کی تعلیمات ملتی ہیں۔ چنانچہ یہودی نوشتوں میں یہ باور کرایا گیا ہے۔

''نیکوکاری بیوی کسی کو ملتی کیونکہ اس کی قدر مرجان سے بھی زیادہ ہے۔ اس کے شوہر کے دل کو اس پر اعتماد ہے اور اسے منافع کی کمی نہ رہے گی وہ اپنی عمر کے تمام ایام میں اس سے نیکی ہی کرے گی''—(۱۸)

اسی طرح عہدنامہ جدید میں مذکور ہے :

''اے شوہرو! تم بھی بیویوں کے ساتھ عقلمندی سے بسر کرو اور عورت کا نازک ظرف جان کر اس کی عزت کرو اور سمجھو کہ ہم دونوں زندگی کی نعمت کے وارث ہیں''—(۱۹)

والدین کے ساتھ حسن سلوک :

یہ حقیقت ہے کہ خاندان و عائلی نظام میں والدین اللہ کی شان ربوبیت کا مظہر ہیں۔ والدین کسی خاندان کو وجود عطا کرنے میں تاسیسی و بنیادی کردار ادا کرتے ہیں اور خاندان کی تعمیر کے ذمہ دار ہوتے ہیں، تمام مذاہب کی تعلیمات میں والدین ارفع مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔ تورات میں والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کو عمر دراز کا ایک بھید قرار دیا گیا ہے۔

''تو اپنے والد اور اپنی ماں کی عزت کرتا رہ تاکہ تیری عمر اس ملک میں جس کو خداوند تیرا تجھے دیتا ہے دراز ہو''—(۱۹)

اسی طرح یہودیت کی فقہی کتاب تالمود بھی والدین سے حسن سلوک کی طرف اشارہ کرتی ہے :

''ربیوں نے کہا آدمی کے تین دوست ہوتے ہیں خدا، اس کا باپ اور اس کی ماں۔ خدا نے کہا ہے کہ وہ جو اپنے

والدین کی عزت کرتا ہے میری عزت کرتا ہے جیسے میں ان کے درمیان رہتا ہوں"—(۲۱)

اسی طرح یہ بھی مذکور ہے :

"الیعا ذر سے پوچھا گیا کہ والدین کی کتنی عزت کرنی چاہئے۔اس نے جواب دیا اپنی ساری دولت سمندر میں ڈال دے لیکن باپ اور ماں کو دکھ نہ دے"—(۲۲)

اسی سے ملتی جلتی بات عہد نامہ جدید میں کہی گئی ہے "اے فرزندو! اپنے ماں باپ کے فرماں بردار رہو کیونکہ یہ واجب ہے"۔

اگر ہم اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ والدین کی اطاعت و فرماں برداری کے متعلق بے شمار واضح ہدایات موجود ہیں، چنانچہ قرآن کی سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہے :

"اور تیرا رب صاف صاف حکم دیتا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ بھلائی کرنا"۔

خاندان کی خدمت گزاری اور اس کی بقاء میں والدین کی محنت کی بناء پر بعد از مرگ بھی ان کے حقوق کی ادائیگی اولاد پر باقی رہتی ہے، جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے :

"ایک انصاری صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے والدین کی موت کے بعد بھی ان کی اطاعت شعاری میں سے کوئی چیز باقی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار باتیں باقی رہتی ہیں ایک ان کے حق میں رحم و کرم کی اور مغفرت کی دعا کرنا۔ان کے وعدے پورے کرنا۔ان کی وجہ سے قائم رشتوں کو جوڑنا۔ والدین کی وفات کے بعد یہ باتیں اب بھی تیرے ذمہ ہیں"—(۲۳)

تربیت اولاد :

سامی مذاہب کی تعلیمات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ جو والدین اپنے جگر گوشوں کی تربیت سے غافل ہیں خاندان کی ترقی میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، چنانچہ عہد نامہ قدیم میں والدین کو اولاد کے بارے میں متنبہ کیا گیا ہے کہ :

"اپنے بیٹے کی تربیت کر، وہ تجھے آرام دے گا اور تیری جان کو شادمان کرے گا"—(۲۴)

"چھڑی اور تنبیہ حکمت بخشتی ہیں لیکن جو لڑکا بے تربیت چھوڑا جاتا ہے اپنی ماں کو رسوا کرے گا"۔

یہودیت میں اولاد کی پرورش اور نگہداشت میں عورت کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے مچل جے لکھتے ہیں :

Women as concieved by rabbinic judaism, above all, are to attend to their children. Consequently they are exempt from time bond ritual obligations (25)

ترجمہ : یعنی عورتیں یہودیت میں ایسی عبادت سے مستثنیٰ قرار دی گئی ہیں جو مخصوص اوقات میں ادا کرنا لازم ہے تاکہ وہ

اپنے بچوں پر توجہ دے سکیں لیکن اسلام نے ایک متوازن رویہ اختیار کیا ہے۔عبادت کے ساتھ ساتھ تربیت پر زور دیا ہے“۔

قرآن میں مذکور ہے :

”اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ“۔

اعزہ واقارب :

خاندان کو مضبوطی بخشنے کے لئے اعزہ اور اقارب کا بھی رول ہوتا ہے اس سلسلہ میں یہودیت میں کہا گیا ہے :

”اور یعقوب نے راخل سے کہا میں تیرے باپ کا رشتہ دار ہوں اور ربقہ کا بیٹا ہوں۔تب اس نے دوڑ کر اپنے باپ کو خبر دی۔لابن اپنے بھانجے کی خبر پا کر ملنے کو دوڑا اس کو گلے لگایا اور چوما“—(۲۶)

اسی طرح شادی بیاہ کے لئے غیروں کی بجائے قریبی رشتہ داروں کا انتخاب کرنا انبیاء بنی اسرائیل کا طریقہ رہا ہے :

”تب اسحاق نے یعقوب کو بلایا اسے دعا دی اور تاکید کی کہ تو کنعانی لڑکیوں میں سے کسی سے بیاہ نہ کرنا۔تو اٹھ کر فدان ارام کو اپنے نانا بیتوال کے گھر جا وہاں سے اپنے ماموں لابن کی بیٹیوں میں سے کسی سے ایک کو بیاہ لا“—(۲۷)

حضرت یحیٰی علیہ السلام کی ولادت کے موقع پر رشتہ داروں نے جس مسرت کا اظہار کیا۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ رشتہ دار طمانیت اور خوشی کا باعث ہیں۔

”اب الیصابات کے وضع حمل کا وقت قریب آپہنچا اور اس کا بیٹا ہوا اور اس کے پڑوسیوں اور رشتہ داروں نے یہ سن کر کہ خداوند نے اس پر بڑی رحمت کی اس کے ساتھ خوشی منائی“—(۲۸)

اسلام تو واضح طور پر یہ اعلان کرتا ہے کہ اعزہ واقارب کے ساتھ اچھا سلوک کرو ان کے دکھ درد میں کام آؤ قرآن میں کئی مقامات پر ارشاد ہے جو رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی دعوت دیتا ہے۔

”پس قرابت داروں کو ان کا حق دو“۔

ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

”صلہ رحمی کرنے والا بدلہ لینے والے کو نہیں کہتے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو اپنے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو ملائے“—(۲۹)

یہ سچائی ہے کہ خاندان جو مذکورہ بالا اجزاء سے ترکیب پاتا ہے۔اپنے اپنے مقام پر انتہائی اہم ہیں۔خاندان کی ایکتا کی بحالی انہی کے دم قدم سے ہے اس حقیقت کا اظہار ماہر سماجیات بھی کرتے ہیں ان کا ماننا ہے کہ کوئی معاشرہ شجاعت، عقلی استدلال، فکری آزادی، احساس ذمہ داری، پیار محبت اور بر وقت فیصلہ کرنے کی قوت سے مالامال خیال کیا جائے گا جب اس کے پس منظر میں مضبوط خاندانی ماحول کی قوت اور توانائی موجود ہو۔اسی وجہ سے امریکی پروفیسر الیکس تھیبو کا کہنا ہے :

Family environment usually produce happy well-behaved children; while cold rigid and coecrive families cause youngster to become rebellious resentful and insecure (30)

اسی طرح مارٹن ہیگ لینڈ مسیحی کردار سازی کے حوالے سے گھر کو ایسی جگہ قرار دیتے ہیں جس پر انحصار کیا جاتا ہے۔ کلیسا اور ریاستی عہدیداران جو سوسائٹی کا اعلیٰ دماغ ہوتے ہیں ان کے مطابق وہ جو کچھ کامیابیاں حاصل کر پاتے ہیں وہ گھر کی تربیت کی وجہ سے ہے۔ اگر گھروں کی اہمیت کردار سازی کے حوالہ سے اتنی اہم ہے تو اس کا مطلب ہے کہ والدین کو اس ضمن میں بھاری ذمہ داری ادا کرنی ہوگی۔(۳۱)

عائلی زندگی اور خاندان کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن ناقدین کا ایک طبقہ ایسا ہے جو خاندان کو انفرادی آزادی اور خود مختاری کے منافی سمجھتا ہے۔ مارکسزم کے بانی کارل مارکس کے نزدیک خاندان کی معاشرتی افادیت نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ اس کے نزدیک خاندان افراد کے استحصال کا باعث ہے۔ خاندان بچے کو محض اطاعت کی تعلیم دیتا ہے لیکن یہ نہیں سکھاتا کہ اس کو اپنی بقا کے لئے کیا کرنا چاہیئے کہ اس کو ذہنی غلامی کے بجائے آزاد رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دی جائے۔(۳۲)

نیز حقوق نسواں کی عالمی تنظیموں نے خاندان کو عورتوں پر بے جا تشدد کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ انتھونی گڈن نے برطانیہ میں گھریلو تشدد کے اعداد وشمار بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہر ہفتہ دو خواتین اپنے مردوں سے پٹتی ہیں۔ کسی ایک وقت میں دس فیصد خواتین کو گھریلو تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔(۳۳)

اس مایوس کن صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے صبور علی سید کہتے ہیں ماضی میں خاندان کے تمام افراد ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے، چنانچہ بچوں، بوڑھوں اور بیماروں وغیرہ کی حفاظت اور نگہداشت افراد خاندان کے لئے خوشگوار فریضہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ اب یہ کام سماجی تنظیموں نے لے لیا ہے۔ اس ادارہ کا ایک اہم تاریخی کردار باہمی میل جول کے موقع کی فراہمی تھا۔ جدید دور میں الیکٹرانک ذرائع ابلاغ اور دوسرے مختلف تجارتی اداروں نے اس صورت حال کو یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ معاشی آزادی اور خود کفالت کی بدولت عورت کے اختیار اور مقام ومرتبہ میں بھی تبدیلی آتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انفرادیت پسندی، گھریلو ذمہ داریوں سے فرار اور غیر ازدواجی تعلقات کے عام ہونے کی وجہ سے طلاق اور علیحدگی کے رجحان میں خطرناک اضافہ ہوا ہے۔ ایک سے زائد شادیوں کا تصور عملاً محدود ہو چکا ہے شوہر اور بیوی دونوں کی جانب سے عدم وفاداری کے رجحان کو فروغ ملا ہے۔ مختلف ملکی اور بین الاقوامی معاہدات اور مہموں کے زیر اثر خاندان کا روایتی تصور تبدیل کے عمل سے گزر رہا ہے اور اب بچوں اور صرف والد یا صرف والدہ پر مشتمل خاندان ہم جنسی کی شادیوں اور عصمت فروشی کو بھی خاندانی نظام اور اقدار کا حصہ قرار دیئے جانے پر اصرار کیا جاتا ہے۔(۳۴)

مذکورہ سطور کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی معاشرہ کی صورت حال بھی کسی حد تک بہتر نہیں ہے کیونکہ

اسلامی معاشرے میں درج ذیل قباحتوں کے باعث عائلی اور خاندانی نظام زوال آمادہ ہے۔مثلاً ذات برادری سے باہر شادی کو معیوب یا جرم تصور کیا جاتا ہے۔جہیز جمع کرتے کرتے والدین بیٹیوں کی شادی میں بہت تاخیر کر دیتے ہیں۔بیوہ اور مطلقہ کی دوسری شادی کا رجحان نہ ہونے کے برابر ہے،حکومتی سطح پر خاندانی منصوبہ بندی کی مہم،ذرائع ابلاغ کے ذریعہ بچوں کی کفالت کی ذمہ داری کو بوجھ بنا کر دکھایا جارہا ہے۔جس سے ذمہ داری سے فرار اور اجتناب کے رجحان کو تقویت مل رہی ہے وغیرہ وغیرہ۔

آخر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سامی ادیان میں عائلی زندگی مذہبی عقائد اور روایات سے مربوط ہے۔خانگی زندگی ان کے ہاں سماجی زندگی کی بنیادی اکائی ہے۔سامی مذاہب میں جس طرح خاندان تشکیل پاتا ہے ان کا ذکر ان کے دینی ادب میں بھی ملتا ہے جو اس ادارے کی اہمیت کا پتہ دیتا ہے۔خاندان کے کردار کی اہمیت مسلم ہے یہ محض نسل انسانی کی افزائش نہیں بلکہ دینداری معاشی تحفظ اور نامساعد حالات میں محفوظ پناہ گاہ فراہم کرتا ہے۔اسی وجہ سے ان مذاہب میں خاندان کو منتشر نہیں بلکہ منضبط کرنے کے بنیادی اصول موجود ہیں جن کا مطالعہ انتہائی ناگزیر ہے۔

مراجع ومصادر :

(۱) اصفہانی،امام،راغب،مفردات القرآن،ایران المکتبۃ المرتضویہ ۱۹۸۷،ج اول ص ۳۰۔

(۲) Akash deep , AH Library of the world Knowledge p450

(۳) میگ ڈوگل،ولیم،معاشرتی نفسیات،حیدرآباد(انڈیا)عثمانیہ دارالطبع ۱۹۲۹ء،ص ۲۶۹۔

(۴) Kingsley Davis Human, society Delhi.p392

(۵) خیر اللہ،ایس،ایف،قاموس الکتاب،لاہور،مسیحی اشاعت خانہ،۲۰۰۸ء،ص ۲۵۶۔

(۶) بلیاوی،مولانا عبدالحفیظ،مصباح اللغات،ایچ ایم سعید کمپنی،کراچی ۱۹۷۳ء،ص ۷۱۶،(تحت مادہ،قوم)۔

(۷) رازی،امام فخرالدین،التفسیر الکبیر،مکتبہ علوم اسلامیہ لاہور،جلد ۴ ص ۷۰۔

(۸) زمخشری،جاراللہ،محمد بن عمر،تفسیر الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل،مرکز اہل السنہ برکات رضا،گجرات،انڈیا،۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء،جلد اول،ص ۴۹۵۔

(۹) دریابادی،مولانا عبدالماجد،تفسیر ماجدی،تاج کمپنی،لاہور،(طبع جدید)جلد اول،ص ۹۱۔

(۱۰) مودودی،سید ابوالاعلیٰ،تفہیم القرآن،سروسنز بک لاہور،۱۹۹۱ء،جلد اول،ص ۳۴۹۔

(۱۱) کانٹ میتھیو ہنری،تفسیر الکتاب،(مترجم)چرچ سیمینارز فاؤنڈیشن،۲۰۰۵ء،ج ۳ ص ۱۳۳۸۔

(۱۲) Holy Bible peter,catholic edition p1297

(۱۳) Holy Bible,catholic edition p1297

(۱۴) Ibid Ephesians P1297

(۱۵) ابن کثیر،ابوالفداء اسماعیل،تفسیر القرآن العظیم،داراحیاء التراث العربی،بیروت،۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء،ج ۳ ص ۴۸۲۔

(۱۶) پانی پتی،مولانا ثناء اللہ،تفسیر مظہری،ندوۃ المصنفین دہلی،طبع ثالث،۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء،ج ۷،ص ۳۳۸۔

(۱۷) قرطبی،ابوعبداللہ محمد احمد الانصاری،الجامع للاحکام القرآن،داراحیاء التراث العربی،بیروت،ج ۱۴ ص ۱۷۹۔

(۱۸) Praverbs 30,10,12 p710
(۱۹) Peter P1356
(۲۰) Exodus p74
(۲۱) ایچ پولانو، تالمود، اسٹیفن بشیر (اردو ترجمہ) گوجرانوالہ، مکتبہ عناوین، ۲۰۰۶ء، ص ۱۵۶۔
(۲۲) ایضاً۔
(۲۳) سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب ماجاء فی برالوالدین۔
(۲۴) Proverbs p708
(۲۵) Broyode Mical j Marriage Sex and family in judasim UK 2005 p245
(۲۶) Genesis 29-12,13
(۲۷) Ibid 28,1-2
(۲۸) luke 1,57-58
(۲۹) الصحیح البخاری۔ کتاب الادب، باب لیس الواصل بالمکافی۔
(۳۰) Alex thio, A brief introduction of sociology, p108
(۳۱) Martin Hegland , walking with cad,minnesota p255
(۳۲) Jonathan blundil, Sociology as the complet, companian, UK, 2003,p28
(۳۳) Anthony ,Sociology, p220
(۳۴) صبور علی، سید، خاندان کا ادارہ، درپیش چیلنج، اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۲۰۰۴ء، ص ۱۶۔ ۱۷۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

ضروری اعلان

مدت خریداری معلوم کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کے نام و پتہ کے اوپر جہاں مثلاً 2730/08(Upto Dec. 2018) لکھا رہے، اس کا مطلب ہے کہ آپ کا خریداری نمبر 2730/08 ہے اور Upto Dec. 2018 کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری دسمبر ۲۰۱۸ء میں ختم ہوگئی ہے، آپ کے ذمہ ۲۰۱۹ء کا زرتعاون باقی ہے۔

لہٰذا رقم بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر اور پورا پتہ لکھنا نہ بھولیں۔ جو حضرات چیک یا ڈرافٹ کی شکل میں رقم بھیجنا چاہیں ـــــ تو اس پر صرف "Darul Esha'at" تحریر کریں۔

A/c No. : **1271488319**, A/c Name : **DARUL ESHA'AT**

IFSC Code : **CBIN-0282779**

Central Bank of India, Branch: Anisabad, Patna-800002 (Bihar)

Tel : (0612) 2250238

ـــــ سرکولیشن منیجر

ملت کو ہے خطرہ ہمیں تشویش ہے، لیکن

● ابوشہبا جعفری

حق یہ ہے کہ وہ حق دار نہیں جنتا پہ حکومت کرنے کے
جن تخت نشینوں کو حاصل، ہمدردیٔ خاص و عام نہیں
—(عامر عثمانی مرحوم)

کسی ملک کی تعمیر، ترقی اور سالمیت کا مدار باشندگانِ ملک کی جان و مال کے ساتھ ان کے مذہب کی حفاظت پر بھی ہے۔ ہمارے ہندوستان میں مسلمانوں کا حال اور مستقبل نہایت پریشان کن، مایوس کن اور ناگفتہ بہ ہے۔ مسلمانوں کی جان و مال کے ساتھ ان کے مذہب پر بھی حملے ہو رہے ہیں۔ ملک میں دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں کو پریشان کیا جا رہا ہے اور ان کو جیلوں میں ڈالا جا رہا ہے، گئو رکشا کے نام پر ان کا خون بہایا جا رہا ہے، مذہبی نعرے لگانے کے لئے ان کو مجبور کیا جا رہا ہے، ہجومی تشدد کا رخ اختیار کر کے ان کا قتل عام کیا جا رہا ہے، دفعہ ۳۷۰ کی منسوخی کے بعد کشمیر کو قید خانہ بنا دیا گیا ہے، قیدیوں کی طرح وہاں کے لوگ زندگی گزار رہے ہیں، ان کی زندگی جانوروں سے بھی بدتر ہو گئی ہے، ان کو گھروں سے نکلنے نہیں دیا جا رہا ہے، وہ اپنے گھروں میں محفوظ ہیں یا نہیں، ان کی عورتوں کی عصمتیں محفوظ ہیں یا نہیں، وہ کس حال میں ہیں، کیا کھا رہے ہیں، ملک کی عوام کو کوئی خبر نہیں ہے، ریاست میں مواصلات کو ٹھپ کر دیا گیا ہے، کسی کو ملاقات کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اگر بعض لیڈران حالات کا جائزہ لینے جاتے ہیں تو ان کو ہوائی اڈہ سے ہی واپس کر دیا جاتا ہے۔ ملک میں خوف و دہشت کا اس طرح ماحول پیدا کر دیا گیا ہے کہ کشمیریوں پر جو ظلم وستم ہو رہا ہے اس کے خلاف کوئی آواز بلند نہیں کر رہا ہے، سب خاموشی کے ساتھ تماشا دیکھ رہے ہیں۔ لوگوں کو پریشان کرنے کے لیے حکومت نے NRC (این آرسی) کا ایک نیا پروپیگنڈا اپنایا ہے جس کو ابھی آسام کی عوام جھیل رہی ہے، اس کے بعد دوسرے صوبوں کی عوام کو جھیلنا پڑے گا اور اس کے جبر و زد سے بھی مسلمان ہی زیادہ پریشان اور متاثر ہو رہے ہیں اور آئندہ بھی ہونے کا قوی خدشہ ہے۔ حالیہ دنوں میں تین طلاق بل کو منظوری دے کر حکومت نے

مذہب اسلام پر حملہ کیا ہے۔ یہ ظلم وستم مسلمانوں پر کب تک ہوتے رہیں گے اور وہ اس کو برداشت کرتے رہیں گے۔ دراصل ایسا کر کے حکومت مسلمانوں کو خوف وہراس میں رکھنا چاہتی ہے، اپنے اقتدار کو طول دینا چاہتی ہے اور ایک خاص مذہب کے ماننے والوں کو خوش کرنا چاہتی ہے۔

دوسری طرف جس حکومت کی وجہ سے مسلمانوں پر یہ ظلم وستم ہورہا ہے، عرب ممالک میں اسی کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے، ابھی ماہ اگست ۲۰۱۹ء میں ہندوستان کے وزیراعظم کو ایک مسلمان عرب ملک کی جانب سے ایوارڈ سے نوازا گیا ہے، ہائے افسوس! جس کی وجہ سے بے شمار مسلمانوں پر ظلم وستم ہوا مسلمانوں کی جان ومال کا نقصان ہوا، ایسے شخص سے باز پرس کرنے کے بجائے اسے انعام واعزاز سے نوازا جارہا ہے، یہ کیسے مسلمان ہیں جو مسلمانوں کی تکلیف و پریشانی پر بے چین و بے قرار نہیں ہوتے، ان کے کھانے پینے کی لذت ختم نہیں ہوتی، راتوں کی نیند نہیں اُڑ جاتی بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے گنہگار کو اعزاز سے نوازتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے :

عشق قاتل سے بھی، مقتول سے ہمدردی بھی ❖ یہ بتا کس سے محبت کی جزا مانگے گا
سجدہ خالق کو بھی، ابلیس سے یارانہ بھی ❖ بتا حشر میں کس سے عقیدت کا صلہ مانگے گا

مسلمانوں کی مخالفت کے باوجود تین طلاق کا بل لوک سبھا میں منظور ہونے کے بعد راجیہ سبھا سے بھی منظور ہوگیا اور اب یہ بل کچھ دنوں میں قانونی شکل اختیار کرے گا اور مسلمانوں کی طرف سے تین طلاق دینا جرم مانا جائے گا، جس پر تین سال کی سزا ہوسکتی ہے اور جرمانہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔ طلاق ثلاثہ بل پاس ہونے کے بعد ان پارٹیوں کی بھی اصلیت سامنے آگئی جنہوں نے شروع سے ہی خواہی کا دم بھر کے مسلمانوں کا ووٹ حاصل کیا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آزادی کے بعد سے اب تک ان کا استحصال ہی ہوا ہے۔ جس سیاسی پارٹی پر بھی اعتماد کر کے انہوں نے ووٹ دیا اس نے استحصال ہی کیا، ان کا ووٹ حاصل کرنے کے بعد ان کے معاشی، تعلیمی، معاشرتی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے کبھی بھی کوئی پارٹی سنجیدہ نہیں ہوئی اور نہ ہی ایمانداری کے ساتھ ان کی حمایت کی بلکہ ان کو پہلے کے مقابلے میں اور زیادہ تنزلی کی طرف دھکیل دیا۔ ان پارٹیوں کی جھوٹی ہمدردی وحمایت کی قلعی اس وقت کھل گئی جب ۲۵ جولائی ۲۰۱۹ء کو یہ بل لوک سبھا میں منظور ہونے کے بعد ۳۰ جولائی ۲۰۱۹ء کو راجیہ سبھا سے منظور ہوا اور لوک سبھا میں اس کی حمایت میں ۳۰۳ اور مخالفت میں ۸۲ ووٹ پڑے اور راجیہ سبھا میں اس بل کے حق میں ۹۹ اور مخالفت میں ۸۴ ووٹ ڈالے گئے۔ خود کو ہمدرد اور سیکولر کہنے والی ان سیاسی جماعتوں کے ارکان جان بوجھ کر پارلیمنٹ سے غائب رہے۔ جان بوجھ کر اپوزیشن پارٹیوں کے ممبران نے واک آؤٹ کیا، ایسی گھناؤنی حرکت کر کے انہوں نے اندرونی طور پر حکومت کی حمایت ومدد کی اور اس کی سازش میں شامل ہوگئے اور بل کا راستہ صاف کردیا، مسلمانوں کو دھوکہ دیا، مسلمانوں کو جو ان سے امیدیں تھیں، اس پر پانی پھیر دیا، کیونکہ ان کے واک آؤٹ کرنے کی وجہ سے ہی طلاق ثلاثہ بل راجیہ سبھا میں

منظور ہوا۔مخالفت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ واک آؤٹ کر جائیں۔ان پارٹیوں کے نمائندوں نے بڑی چالاکی سے حکومت کے ساتھ مل کر تین طلاق بل پاس کرایا ہے،اس لیے اس بل کو منظور کرانے میں اگر بی جے پی گنہگار ہے تو اس سے زیادہ گنہگار وہ لوگ ہیں جو واک آؤٹ کر کے چلے گئے اور ان کی اس حرکت سے راجیہ سبھا میں حکومت کے پاس اکثریت نہ ہونے کے باوجود تین طلاق بل پاس ہوگیا،اور سرکار نے یہ ثابت کر دیا کہ اگر چہ اس کو راجیہ سبھا میں اکثریت حاصل نہیں لیکن اس کے باوجود آسانی سے کوئی بھی بل پاس کرا سکتی ہے اور اپوزیشن پارٹیاں کچھ بھی نہیں کر سکتیں،نیز یہ بھی ثابت کر دیا کہ تین طلاق پر سرکار جو چاہتی تھی آخر کار وہی ہوا اگر چہ اس بل کو منظور کرانے میں اس کو تھوڑی پریشانی بھی ہوئی۔

حکومت نے طلاق ثلاثہ بل کو یہ کہہ کر پیش کیا تھا کہ وہ ملک کی تمام خواتین کو انصاف اور عزت دینے کی حامی ہے، اسی لیے طلاق جیسی سماجی برائی سے متاثرہ خواتین کو انصاف دلانا چاہتی ہے اور ان کو پریشانی اور مشکل سے نجات دلانا چاہتی ہے، شروع میں جس انداز سے حکومت نے یہ دعوی پیش کیا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ واقعی سرکار مسلم خواتین کی خیر خواہ ہے اور یہ بل پاس کر کے وہ خواتین کی زندگیوں کو آسان بنانا چاہتی ہے لیکن لمحہ بھر سوچنے کے بعد ایک کم شعور انسان سے بھی یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ دونوں ایوانوں یعنی لوک سبھا اور راجیہ سبھا میں منظور کرائے گئے تین طلاق بل کے قانون بن جانے کے بعد مسلم عورتوں کے لیے پریشانیوں، مصیبتوں اور مشکلات کا جو نیا دور شروع ہوگا وہ نہایت تباہ کن اور مہلک ہوگا جس کے تصور سے بھی ڈر لگتا ہے۔سوال یہ ہے کہ اگر واقعی حکومت کو مسلم خواتین کی فکر ہے تو پھر نجیب احمد کی ماں، تبریز انصاری کی بیوی، پہلو خان اور محمد اخلاق کے گھر کی عورتوں کو اب تک انصاف کیوں نہیں ملا، ان عورتوں کی پریشانیوں کو دور کرنے کے لیے کبھی حکومت نے سنجیدگی کیوں نہیں دکھائی،ان کے مجرمین کو اب تک سزا کیوں نہیں ملی۔

طلاق ثلاثہ بل کو پاس کرانے کے لیے آخر سرکار نے اس قدر انتھک کوششیں کیوں کیں حالانکہ ملک کے بہت سے ایسے معاملات ومسائل ہیں جن کی طرف فوری توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے اور ان کے خلاف سخت ترین قوانین بنانے کی ضرورت ہے تا کہ ملک کی عوام کو ظلم وستم سے راحت مل سکے اور وہ امن وسلامتی کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔قتل وغارت گری، زنا،ہجومی تشدد ایسے سنگین معاملات ہیں جو حکومت کی فوری توجہ کے طالب ہیں۔

ابھی ملک میں ہجومی تشدد (ماب لنچنگ) کے واقعات زیادہ ہو رہے ہیں۔دراصل ہجومی تشدد دہشت گردی کا دوسرا نام ہے جس کی وجہ سے عام زندگی کو خطرات لاحق ہیں۔ہجوم کا حملہ کر کے کسی کو قتل کر دینا عام سی بات ہوگئی، ہجومی تشدد کا شکار کب کون ہو جائے گا یہ کہا نہیں جا سکتا ہے، تنہا سفر کرنے والے کو ڈر لگا رہتا ہے کہ اس پر کوئی حملہ آور نہ ہو جائے۔ایسا لگتا ہے کہ بے لگام آوارہ جانوروں اور وحشیوں کی طرح شر پسند عناصر سڑکوں پر گھوم رہے ہیں، سڑک پر اسلامی وضع قطع میں جہاں کوئی آدمی مل گیا، اس پر حملہ کر دیتے ہیں، اس کو مارنے پیٹنے لگتے ہیں ایسا کرنے میں ان کو نہ تو قانون کا کوئی خوف ہے اور نہ مذہب و

ملت کا کوئی پاس ولحاظ ۔جب ان حملوں کے بارے میں حکومت سے سوال کیا جاتا ہے تو یہ کہہ کر خاموش ہو جاتی ہے کہ قصورواروں کے خلاف قانونی کارروائی ہوگی،تکلیف تو اسی بات کی ہے کہ ایسے لوگوں پر قانون اپنا شکنجہ نہیں کستا،ایک بھی واقعہ میں اگر سختی کے ساتھ شر پسندوں کے خلاف قانونی کارروائی ہوتی اور سزا ہو جاتی تو آج جگہ جگہ مسلمانوں پر حملے نہیں ہوتے۔

پچھلے کئی سالوں میں ملک کے مختلف صوبوں میں ہجومی تشدد کے ایسے دل سوز واقعات سامنے آئے جن کی وجہ سے انسانیت شرمسار ہوئی اور ملک کی بدنامی ہوئی۔مئی ۲۰۱۵ءکو راجستھان میں عبدالغفار قریشی کو بیف فروخت کرنے کے الزام میں قتل کر دیا گیا تھا۔اسی سال اتر پردیش کے دادری میں محمد اخلاق کو گھر میں بیف رکھنے کے الزام میں ہلاک کر دیا گیا ان دونوں کو قتل کر کے شر پسندوں نے یہ ثابت کر دیا کہ انسان کا خون جانور کے خون سے سستا ہے،اور ہندوستان میں انسانی قدروں کی پامالی بہت آسان کام ہے۔اس کے بعد بہار،بنگال،آسام،آندھرا پردیش،گجرات اور کرناٹک وغیرہ میں ہجومی تشدد کے متعدد واقعات میں کئی لوگوں کی موتیں ہوگئیں۔جون ۲۰۱۹ءمیں جھارکھنڈ میں تبریز انصاری ہجومی تشدد کا شکار ہوا جسے بھیڑ نے کھمبے سے باندھ کر کئی گھنٹوں تک مارا اور اسے تکلیف میں رکھا ”جے شری رام“ کے نعرے لگوائے،نعرے لگانے کے باوجود اس کو ڈنڈوں سے اس قدر مارا گیا ہے کہ زخموں کی تاب نہ لا کر دم توڑ دیا۔تبریز انصاری کی موت کے بعد اس واقعہ کی خوب مذمت کی گئی،پورا ملک سراپا احتجاج بن گیا مذہب ومسلک سے اوپر اٹھ کر لوگوں نے ملک کے مختلف صوبوں میں زبردست احتجاج کیا اور میمورنڈم پیش کیا۔اس کے باوجود سرکاری بےحسی میں کوئی کمی نہیں آئی،البتہ تبریز انصاری کے قتل پر اظہار افسوس کی رسم ادا کرتے ہوئے وزیر اعظم نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ جھارکھنڈ میں نوجوان کے قتل سے مجھے تکلیف ہوئی اور ملک کے سب لوگوں کو ہوئی،مجرموں کو سزا ہونی چاہئے،غور کیجئے یہ کتنی افسوسناک بات ہے کہ ہر طرف سے اتنے احتجاج اور غم وغصہ کا اظہار کرنے کے باوجود وزیر اعظم نے اپنے بیان میں وہی باتیں کہہ ڈالیں جو ایک عام آدمی کہتا ہے تو پھر عوام میں اور ملک کے وزیر اعظم میں فرق کیا رہ گیا؟ کیا حکومت کی یہی ذمہ داری ہے کہ اظہار افسوس کر کے خاموش ہو جائے؟ ہر گز نہیں،اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے واقعات پر رپورٹ طلب کرے،قصورواروں کو کیفر کردار تک پہنچائے،آئندہ ہجومی تشدد کے واقعات کو روکنے کے قانون بنائے اور ملک کی سالمیت اور قومی یکجہتی کو برقرار رکھے،لیکن حکومت نے ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا،یہی وجہ ہے کہ ایک زخم ہرا رہتے ہوئے دوسرا زخم لگ جاتا ہے،چنانچہ اس واقعہ کے بعد ۲۷/اگست ۲۰۱۹ءکو پرانی دہلی ریلوے اسٹیشن کے باہر قاری اویس صاحب کو کچھ لوگوں نے کھلے عام پیٹ پیٹ کر مار ڈالا،پہلے ہجومی تشدد کے واقعات سنسان علاقے میں ہوتے،لیکن اب شر پسندوں کے حوصلے اس قدر بلند ہو گئے ہیں کہ بھیڑ بھاڑ والے علاقے میں بھی اس طرح کے واقعات کو انجام دینے سے نہیں چوکتے اور ایسا کرنے میں انہیں قانون کا بھی خوف نہیں ہوتا۔اس لیے تشدد کے خلاف اب تمام لوگوں کو صدائے احتجاج بلند کرنے اور قصورواروں کو سزا دلوانے کی سخت ضرورت ہے۔

تشدد کے خلاف اسلامی تعلیمات واحکام :

کسی بھی ملک میں اچھے سماج کی تشکیل کے لیے سب سے اہم مسئلہ امن وامان کا ہے اسی لیے اسلام نے ہر انسان کی جان ومال، عزت وآبرو اور املاک کے احترام کو ضروری قرار دیا ہے اور اس میں مسلمان اور غیر مسلمان، اکثریت واقلیت کی کوئی تفریق نہیں کی ہے بلکہ بہ حیثیت انسان ہر آدمی کی جان ومال کا احترام ضروری ہے، چنانچہ قرآن نے مطلق نفس انسانی کے قتل سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ”اس نفس کو ناحق قتل مت کرو جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے“ (بنی اسرائیل: ۳۳)، اسی طرح اور ایک جگہ قرآن میں ہے: ”جس نے کسی نفس انسانی کو کسی دوسرے کے بدلے یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے ساری انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک انسان کو زندہ بچالیا تو گویا اس نے سارے انسانوں کو زندہ بچالیا“ (المائدہ: ۳۲) ان آیتوں میں انسان کے قتل کو منع کیا گیا ہے۔ اس ممانعت کے باوجود اگر کوئی شخص کسی آدمی کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو بدلے میں اس کو بھی قتل کر دیا جائے گا، چنانچہ قرآن میں ہے ”جان کے بدلے جان ہے“ (المائدہ: ۴۵) یعنی جو آدمی جان بوجھ کر کسی کا قتل کر دے تو اس کو بھی اس کے بدلے قتل کر دیا جائے گا، مگر یہ کہ مقتول کے ورثاء سزائے قتل کو معاف کر دیں، یا قاتل نے غلطی سے قتل کیا تو ان صورتوں میں تاوان لازم ہوگا جو مقتول کے گھر والوں کو دیا جائے گا۔

تحفظ املاک کی طرف اسلام نے خاص توجہ دی ہے تا کہ ناحق کسی شخص کا مالی نقصان نہ ہو، اسی لیے اسلامی قانون کی رو سے چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ اسی طرح اسلام میں ناجائز طریقہ سے دوسرے کا مال کھانا منع ہے، بغیر رضامندی کے کسی کا مال نہیں لیا جاسکتا، چنانچہ فتح خیبر کے موقع پر کچھ مسلمان فوجیوں نے یہود کے جانور ذبح کر دیئے اور کچھ پھل کھالیے، رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ یہ تمہارے لیے حلال نہیں ہے۔

یہی معاملہ انسان کی عزت وآبرو اور عفت وعصمت کی حفاظت کا ہے، قرآن مجید میں ہے ”ایک گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، نہ ایک دوسرے پر طعن وتشنیع کرو اور نہ ایک دوسرے کے برے القاب سے پکارو“ —— (الحجرات: ۱۱)، رسول اللہ ﷺ نے بھی بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ تہمت لگانے والے کے لیے اسلام میں سخت سزا ہے، اسی لیے بلا وجہ کوئی کسی کی عفت وعصمت کو مجروح نہیں کرسکتا، اگر کوئی کسی کی عزت پر داغ لگاتا ہے تو اس کو ایسی سزا دی جائے کہ آئندہ وہ ایسی حرکت نہ کرے۔

ملک، معاشرہ اور سماج میں چونکہ ہر مذہب کے لوگ رہتے ہیں، اس لیے ملک کے حالات اور سماجی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے اسلام نے حد درجہ مذہبی رواداری کی تعلیم دی ہے اور شریعت نے اعلان کر دیا ہے کہ ہر آدمی کو عقیدہ کی آزادی حاصل ہے، کسی مذہب کے قبول کرنے کے لیے تشدد جائز نہیں، چنانچہ قرآن میں ہے ”دین میں کوئی جبر نہیں“

(البقرۃ:۲۵۶)۔تشدد کو روکنے کے لیے اور اخوت و بھائی چارگی کو بڑھاوا دینے کے لیے اسلام نے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ کسی کے مذہبی جذبات کو مجروح نہ کیا جائے اور اس سچائی کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ،اسلام نے دوسرے مذہب کی دیویوں ، دیوتاؤں اور معبودان باطل کو برا کہنے سے منع فرمایا،چنانچہ قرآن میں ہے ’’وہ (کفار ومشرکین وغیرہ) جن کی عبادت کرتے ہیں ان کو برامت کہو‘‘۔(الانعام:۱۰۸)

تشدد چاہے مذہبی ہو یا سماجی،انفرادی ہو یا اجتماعی،ہر حال میں بربادی کا موجب بنتا ہے،اس لیے اسلام نے دنیا میں انصاف قائم کرنے اور ظلم وتشدد کو روکنے کا حکم دیا ہے،اس نے لوگوں کو ایسی ہدایتیں دی ہیں جن سے تشدد کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے’’تم میں سے جو آدمی کوئی منکر (برائی) کو دیکھے تو چاہیئے کہ بازو کی طاقت سے اسے بدلنے کی کوشش کرے،اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمتر درجہ ہے‘‘۔(مسلم شریف،ج:۱،ص:۵۰)

اس حدیث میں لفظ’’منکر‘‘ میں تمام برائیاں شامل ہیں،حتیٰ کہ تشدد بھی،منکر کو روکنے کے تین اصول بتائے گئے ہیں،پہلا یہ ہے کہ بزور بازو روکا جائے یعنی قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے اگر طاقت کا استعمال کرسکتا ہو تو اس کا استعمال کرے، اس زمانہ میں ووٹ اور پرامن احتجاج کو بھی طاقت میں شمار کیا جاتا ہے،اگر طاقت کا استعمال نہ کرسکتا ہو ظلم وتشدد کے خلاف اپنی آواز بلند کرے، یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی اجازت دی ہے:’’بری بات کے زور سے کہنے کو اللہ پسند نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ مظلوم ہو‘‘۔(النساء:۱۴۸)،اگر ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اس کو برا جانے اور اپنے دل میں یہ پختہ ارادہ کرلے کہ جب بھی اس کو موقع ملے گا ظلم کو دفع کرنے کی کوشش کرے گا۔

اگر کوئی آدمی کسی پر ظلم وتشدد کرے اور وہ اپنی جان،یا مال،یا عزت کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے تو وہ شریعت کی نظر میں شہید کہلائے گا،اگر وہ حملہ آور کو مار ڈالے تب بھی وہ مظلوم ہی کہلائے گا،ظالم نہیں کہلائے گا اور نہ اس سے کوئی بدلہ لیا جائے گا،حدیث میں ہے کہ جو اپنا مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے اہل وعیال یا اپنی جان بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔(ابوداؤد،ج:۴،ص:۳۹۱)

ان تعلیمات وہدایات کی رو سے ہم لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ ہم ہرگز ظلم کو برداشت نہ کریں،انسانوں کی جان،مال اور عزت کی حفاظت کے لیے سبھی مذہب کے لوگ مل کر ہجومی تشدد (ماب لنچنگ) کے خلاف قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے احتجاج کریں،ملک کی جمہوری فضا کو ظلم وتشدد کے مسموم اثرات سے پاک رکھنے کی کوشش کریں تاکہ ملک کے ہر باشندہ کو امن وامان کی فضا میں سانس لینے کا موقع ملے۔

حکومت نے ہجومی تشدد اور منافرت کے خلاف ابھی تک کوئی قانون بنانے کی تیاری نہیں کی ہے،شاید کہ اس کی نظر

میں ابھی تک یہ مسئلہ اتنا سنگین نہیں ہے، لیکن سرکار کی نظر میں طلاق ثلاثہ کا مسئلہ اتنا سنگین ہوگیا کہ اس کے خلاف قانون سازی کی ضرورت محسوس ہوگئی اور مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ جن مسلم خواتین کو انصاف دلانے کے لیے اور طلاق ثلاثہ سے نجات دلانے کے لیے بل پاس کرایا، انہیں مسلم خواتین نے اس قانون کی مخالفت کیں، طلاق ثلاثہ بل کے خلاف احتجاج کیا اور حکومت سے اپیل کی کہ وہ تین طلاق بل کو واپس لے، کیونکہ وہ اسلامی قوانین سے خوش ہیں، اسلام نے ان کو جس قدر دنیا میں انصاف دلایا ہے، اس سے زیادہ کوئی بھی ان کو انصاف نہیں دلاسکتا لیکن ۹۵ فیصد مسلم خواتین اور مردوں کی مخالفت کے باوجود حکومت ہند نے تین طلاق بل کو منظور کرایا اور مخالفت کرنے والوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ جس مذہب کے ماننے والوں کے لیے یہ قانون بنایا گیا، ان کے علماء اور اسلامی قوانین کے ماہرین سے کوئی مشورہ نہیں لیا گیا حتی کہ ہندوستانی قوانین کے ماہرین سے بھی کوئی رائے نہیں لی گئی، شرعی اداروں اور تنظیموں نے اس مسئلہ کے حل کے لیے جو تجاویز پیش کیں، انہیں بھی یکسر نظر انداز کردیا گیا اور اپنی من مانی کرتے ہوئے اس بل کو منظور کرایا، یقینا سرکار کا یہ قدم غیر جمہوری ہے، مذہبی امور میں دخل اندازی ہے، مذہب پر عمل کرنے کی آزادی پر پابندی ہے، کیونکہ ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، جہاں دفعہ ۲۵ کے تحت ہر مسلمان کو اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے، اپنے مذہب کی اشاعت وترویج کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے۔

یہ بل تمام مسالک کے خلاف ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں میں ائمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام شافعی، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبل کے ماننے والے رہتے ہیں، کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتے، لیکن یہ سب مانتے ہیں کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، اگرچہ امت کا ایک بڑا طبقہ تین طلاق کے واقع ہونے کا قائل ہے اور دوسرا طبقہ ایک طلاق کے واقع ہونے کا قائل ہے، لیکن منظور شدہ بل کے مطابق اگر کوئی مسلم مرد تین طلاق دے گا تو طلاق ہی واقع نہیں ہوگی، یہ شریعت میں علانیہ طور پر مداخلت ہے اور مسلمانوں کے مذہبی امور میں دخل اندازی ہے جس کو کوئی بھی مسلمان برداشت نہیں کرسکتا ہے۔

یہ دنیا کا عجوبہ قانون ہے جس میں کہا گیا کہ ایک مجلس کی تین طلاق کالعدم ہے یعنی ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوگی اور ایک مجلس میں تین طلاق دینا کوئی جرم نہیں ہے لیکن طلاق دینے والے کو تین سال کی جیل دی جائے۔ سوال یہ ہے کہ جب طلاق ہوئی نہیں اور یہ کوئی مجرمانہ عمل بھی نہیں تو سزا کیوں دی جارہی ہے؟ جب شوہر جیل میں رہے گا تو اس کی بیوی بچوں کا نان ونفقہ کون دے گا؟ ملک میں چارسوبیسی کرنے والے مجرم کو دوسال کی سزا اور طلاق دینے والے کو تین سال کی سزا کیوں؟ جب سے دین اسلام کا ظہور ہوا آج تک دنیا کے کسی بھی ملک نے خصوصا اسلامی ممالک نے تین طلاق دینے والے کے لیے ایسی سزا تجویز نہیں کی اور نہ ہی اس کو مجرم قرار دیا تو پھر ان کو ایسی سزا تجویز کرنے کی نوبت کیوں آئی؟

ان تمام سوالوں کے جواب پر غور کرنے سے ایک ہی بات سامنے آتی ہے کہ حکومت نے طلاق کا جو کھیل کھیلا ہے

اس کے پیچھے یہی سازش اور بدنیتی ہے کہ عورتوں کو انصاف دلانے کے بہانے طلاق ثلاثہ بل کو منظور کرکے مسلمانوں کو مذہبی آزادی سے محروم کردیا جائے، مسلم مرد و عورت کے ساتھ زیادتی کی جائے، ان پر ظلم و ستم کیا جائے، ان کی زندگیوں کو پریشان کن بنادیا جائے اور اس قانون کے پس پشت سول کوڈ نافذ کرنے کی کوشش کی جائے، اس لئے اس بل کو پاس کرانے کے لیے سرکار نے اتنی جلد بازی کی اور عوام کی مخالفت کی پرواہ نہیں کی۔ ہم سبھی مسلمان طلاق ثلاثہ بل کی مذمت کرتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ ہم ہمیشہ شرعی قوانین کے مطابق زندگی بسر کریں گے، شریعت کے خلاف جو بھی قانون بنایا جائے گا اس پر عمل نہیں کریں گے۔

برادران اسلام سے اپیل :

امت مسلمہ کے علماء کرام خصوصا ائمہ مساجد سے اپیل ہے کہ قانون طلاق اور اس سے متعلق تمام احکام و مسائل سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ راقم الحروف امت مسلمہ سے درخواست کرتا ہے کہ طلاق دینے میں جلد بازی نہ کریں کیونکہ دین اسلام یہ چاہتا ہے کہ رشتۂ نکاح زیادہ سے زیادہ مستحکم و مضبوط ہو اور وہ ٹوٹنے نہ پائے، اس کے ٹوٹنے سے صرف زوجین کے خاندانوں پر ہی اثر نہیں پڑتا بلکہ اس سے پورا معاشرہ بری طرح متاثر ہوتا ہے، اس لئے اسلام نے اس رشتہ کو توڑنے کے جتنے اسباب و وجوہ ہوسکتے ہیں، ان سب کو ختم کرنے کا حکم دیا اور شریعت کی جانب سے زوجین کو ایسی ہدایتیں دی گئیں جن پر عمل پیرا ہو کر وہ نکاح کو مستحکم کرسکتے ہیں۔

زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کے حقوق کا پورا خیال رکھے، اگر زوجین میں ناموافقت کی صورت پیدا ہو تو اول افہام و تفہیم اور پھر زجر و تنبیہ سے معاملہ کو حل کیا جائے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ’’جن عورتوں کی نافرمانی و سرکشی کا تم کو ڈر ہو تو (پہلے نرمی سے) ان کو سمجھاؤ (اگر وہ باز نہ آئیں تو) ان کو لیٹنے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو (یعنی ان کا بستر علیحدہ کردو اور اس سے بھی نہ مانیں تو) ان کو (اعتدال کے ساتھ) مارو، اگر وہ تمہاری فرماں برداری کریں تو پھر ان پر الزام کا راستہ مت تلاش کرو‘‘۔۔۔ (النساء:۳۴) یہاں پر قرآن کریم نے مردوں کو اپنی بیویوں کی اصلاح کے لئے علی الترتیب والتدریج تین طریقے بتلائے۔ اصلاح کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ بیویوں کو نرمی سے سمجھاؤ، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر سمجھانے سے باز نہ آئیں تو ایک ہی مکان میں رہتے ہوئے ان کا بستر علیحدہ کردو تاکہ ان کو شوہر کی ناراضگی کا احساس ہو اور وہ اطاعت شعار ہو جائیں اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ سمجھانے اور بستر الگ کرنے کے باوجود اگر اصلاح نہ ہو تو پھر معمولی مار مارو اور اس مار کی حد یہ بیان کی گئی ہے کہ مار کی وجہ سے بدن زخمی نہ ہو۔

اگر اس سے معاملہ حل نہ ہو اور بات آگے بڑھ جائے یعنی زوجین کا جھگڑا گھر میں ختم نہ ہو اور بات باہر نکل جائے تو پھر خاندان کے ہی کچھ افراد کو حکم اور ثالث بنا کر معاملہ کو حل کرنے کی تعلیم دی گئی ہے کہ جو جھگڑا گھر میں ختم نہیں ہوا وہ خاندان میں ہی ختم ہو جائے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ’’اگر تم کو شقاق بین الزوجین کا ڈر ہو تو بھیجو ایک حکم مرد کے خاندان میں سے اور ایک حکم عورت کے خاندان میں سے، اگر وہ دونوں مصالحت کرانا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ دونوں کے درمیان اتفاق پیدا فرمادے گا‘‘ ۔۔۔ (النساء:۳۵)۔

لیکن جب اصلاح کی تمام کوششیں ناکام ہو جائیں اور نکاح کا باقی رکھنا بے چینی اور الجھن کا سبب بن جائے تو ایسی حالت میں اسلام نے یہ گنجائش رکھی ہے کہ اس رشتہ کو ختم کر دیا جائے تاکہ دونوں کو راحت وسلامتی میسر ہو۔رشتہ نکاح کو ختم کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور رشتہ مناکحت کو ختم کر دے۔طلاق دینے کا حق مرد کو حاصل ہے اس لیے اگر بحالت مجبوری طلاق دینے کی نوبت آجائے تو ایک طلاق دینے پر اکتفاء کرے۔

مذہب اسلام نے اگرچہ طلاق دینے کا اختیار مرد کو دیا ہے لیکن عورت کو بھی کٹھ پتلی بنا کر نہیں رکھا ہے،ظلم وستم سہنے کے لیے اس کو مجبور نہیں کیا۔اگر اس کا شوہر اس کے حقوق ادا نہ کرے اور اس کے نان ونفقہ کا خیال نہ کرے،اس کو میکے بھیج دے اور طلاق دے کر اس کو آزاد بھی نہ کرے کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر کے آرام سے رہ سکے،اور اس کا خرچ بھی برداشت نہ کرے کہ اس کی زندگی راحت وسکون سے بسر ہو تو ایسی صورت میں شریعت نے اس کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنا معاملہ شرعی عدالت میں پیش کرے،گواہوں اور ثبوت کی بنیاد پر قاضی یا تو اس کا نکاح فسخ کر دے گا یا پھر طلاق دلوا دے گا،اس کو اسلامی شریعت میں خلع سے تعبیر کیا جاتا ہے جو صرف عورت کا حق ہے۔

طلاق دینے کے طریقے اور ان کے نام :

طلاق احسن: اگر کوئی آدمی بحالت مجبوری طلاق دینا چاہتا ہے تو سب سے عمدہ اور احسن طریقہ یہ ہے کہ جس طہر میں ہمبستری نہ ہوئی ہو اس میں ایک طلاق دے کر چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے،عدت ختم ہونے کے ساتھ نکاح بھی ختم ہو جائے گا۔جو طلاق اس طرح دی جائے اس کو طلاق احسن کہتے ہیں۔علمائے کرام کے نزدیک یہ طریقہ بہتر اس لیے ہے کہ اس میں طلاق دینے والے کے لیے گنجائش باقی رہتی ہے کیوں کہ وہ عدت پوری ہونے سے پہلے اپنی بیوی کو بیوی کی طرح رکھ سکتا ہے۔

طلاق سنت: الگ الگ تین طہروں میں جن میں ہمبستری نہ ہوئی ہو،تین طلاقیں دی جائیں،تو فقہ کی اصطلاح میں اس کو طلاق حسن اور طلاق سنت کہا جاتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس طرح تین طلاق دینا مسنون ومحبوب ہے بلکہ طلاق بدعت کے مقابلے میں اس کو طلاق سنت کہا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ طلاق کا یہ طریقہ اور یہ صورت بدعت میں شامل و داخل نہیں ہے۔

طلاق بدعت: ایک مجلس میں تین طلاق دینا طلاق بدعت کہلاتا ہے،طلاق کا یہ طریقہ شریعت مطہرہ کے نزدیک غیر مستحسن،مکروہ اور مبغوض ہے۔

طلاق کی قسمیں :

وقوع طلاق کے اعتبار سے اس کی تین قسمیں ہیں :

طلاق رجعی: صریح الفاظ طلاق سے ایک طلاق دے یا دو طلاق دے مثلا اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تم کو طلاق دی تو ایسی صورت میں طلاق رجعی واقع ہوگی۔طلاق رجعی کا حکم یہ ہے کہ عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر رجعت کرسکتا ہے یعنی بیوی کو نکاح میں رکھ سکتا ہے،اگر رجوع نہیں کیا اور عدت پوری ہوگئی تو عدت ختم ہونے کے ساتھ رشتہ نکاح بھی ختم ہو جائے گا۔نکاح ختم ہونے کے بعد اگر دونوں میں مصالحت ہو جائے اور باہم نکاح کرنے کے لیے رضامند ہوں تو نکاح جدید کرسکتے ہیں۔

طلاق بائن: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے حق میں الفاظ کنایہ کا استعمال کرتے ہوئے طلاق کی نیت کرے تو ایسی صورت میں طلاق بائن واقع ہوگی۔الفاظ کنایہ وہ ہیں جو اصلا طلاق کے لیے نہ ہوں بلکہ طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال رکھتے ہوں مثلاکسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اپنے والد کے گھر چلی جا اور اس جملہ سے اس نے طلاق کی نیت کی تو ایسی صورت میں طلاق بائن واقع ہوگی۔طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ طلاق دینے کے ساتھ ہی نکاح ختم ہو جاتا ہے لیکن اس میں یہ گنجائش باقی رہتی ہے کہ پھر سے نکاح کرکے دونوں ایک ساتھ رہ سکتے ہیں۔

طلاق مغلظہ: جب کوئی شخص ایک مجلس میں تین طلاق دے یا متفرق طور پر تین طلاق دے تو اس کو طلاق مغلظہ کہتے ہیں۔ایسی صورت میں نکاح ختم ہو جاتا ہے،دونوں میں تفریق ضروری ہو جاتی ہے،نکاح کرکے بھی دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے البتہ عدت گزرنے کے بعد عورت کو کسی دوسرے مرد سے نکاح کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ معاہدہ نکاح کو مستحکم بنائے رکھیں،اگر بحالت مجبوری طلاق کی نوبت آئے تو ایک طلاق دینے پر اکتفاء کریں،نیز نکاح،طلاق،میراث و دیگر معاملات جن کا تعلق مسلم پرسنل لاء سے ہے،ان کو حل کرنے کے لیے شرعی عدالتوں میں جائیں جہاں کم وقت میں فیصلے ہو جاتے ہیں اور مال کے ساتھ ایمان بھی محفوظ رہتا ہے،ایسا کرکے ہم مسلم پرسنل لاء کے تعلق سے حکومت کی گہری سازش اور پر خطر منصوبوں کو ناکام کرسکتے ہیں۔طلاق ثلاثہ بل کی کھل کر مخالفت و مذمت کریں، شریعت میں کسی بھی قسم کی مداخلت کو برداشت نہ کریں کیونکہ دین کی حفاظت میں ہماری سلامتی ہے۔دانشوران قوم وملت سے NRC (این آرسی) اور NPR (این پی آر) کی حقیقت اور اس کی تفصیلات سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور ضروری دستاویزات کو گھر میں تیار رکھیں تاکہ اغیار کے مکروفریب اور پریشانی و الجھن سے محفوظ رہ سکیں۔

افلاک کی اس دیدہ دلیری پہ ہوں حیراں ❖ تاکے ہے اسی شاخ کو جس کو کہ چنیں ہم
قانونِ الٰہی میں تغیر کو جو اُٹھے ❖ غارت ہو خداوندا وہ ہر اک دست ستم
تبدیل ہو قانونِ شریعت اگر آیتَ ❖ ”تبت یدا“ پڑھئے ذرا با دیدۂ پرنم
ملت کو ہے خطرہ ہمیں تشویش ہے، لیکن ❖ اللہ ہے اس دین کا حامی تو ہے کیا غم

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

چوتھی قسط

منزل جاناں پہ تو پہنچا بہ صد مشکل سہی
(چند دن دیار حرم میں)

● وارث ریاضی—— کاشانۂ ادب،سکٹا دیوراج،بسوریا،مغربی چمپارن

ناچیز کے خیال میں شاہ فیصل مرحوم کے سوا دوسرے سعودی سلاطین کے دورحکومت میں ''اسلام'' عموماً حجاز کے باشندوں کے گھروں سے باہر تھا، ان کے گھروں میں نہیں تھا،لیکن محمد بن سلمان جیسے عاقبت نااندیش کی حکومت میں ایسا لگتا ہے''اسلام'' حجاز کے چوک چوراہوں پر بھی نہیں رہے گا :

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی؟

سطور بالا میں جن مقامات مقدسہ کی زیارت کا ذکر ہے، انہیں مقامات تک ناچیز کی رسائی ہوسکی، حالاں کہ مدینہ منورہ میں تقریباً ہر موڑ پر قابل ذکر مقامات موجود ہیں، جن کی زیارت کی جانی چاہیے،لیکن ناچیز کچھ تو اپنی علالت اور نقاہت کے باعث اور زیادہ تر اپنے بے ذوق ساتھیوں کی عدم دل چسپی کی وجہ سے بہت سے قابل دید مقامات کی زیارت سے محروم رہ گیا۔مسجد نبوی میں چالیس نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا''اہتمام'' بھی قابل دید مقامات کی دید کی راہ میں حائل رہا۔

مدینہ منورہ ۸ /ایام کی قلیل مدت قیام میں آدمی کہاں کہاں جاسکتا تھا؟ اسلام کی پہلی جنگ جو ۲ھ میں مقام بدر میں ہوئی تھی، وہ مدینہ منورہ سے ۱۵۵ /کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے، اگر فجر کی نماز کے بعد فوراً کسی تیز سواری سے آدمی جانا چاہے تو ''بدر'' جاکر وہاں سے بہ آسانی ظہر کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرسکتا ہے،لیکن ساتھیوں کی بے توجہی اور مدینہ منورہ کی مارکیٹ کی دل کشی نے ''بدر'' کی زیارت بھی نہیں کرنے دیا۔

مدینہ منورہ یونی ورسٹی'' مسجد نبوی سے 11.4 کیلومیٹر کی دوری پر ہے، وہاں جانے کے لیے بھی کوئی رفیق نہیں ملا، اور مسجد نبوی کی مشہور ومعروف لائبریری تو مسجد نبوی سے متصل ہے،لیکن وہاں بھی نہیں پہنچ سکا۔

۱۱؍ذی قعدہ ۱۴۳۸ھ (۴؍اگست ۲۰۱۷ء) کی رات میں مدینہ منورہ میں پہنچا تھا، ۱۹؍ذی قعدہ (۱۳؍اگست) کی صبح کو ناشتے سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہونا تھا، مدینہ منورہ کے یہ ۸؍ایام آناً فاناً گذر گئے۔

ایک طرف مکہ مکرمہ جانے کی خوشی تھی تو دوسری طرف مدینہ منورہ کی فرحت زا صبح وشام اور کیف آگیں بہاروں میں ذکر وعبادت کے دل کش مناظر کو الوداع کہنے کا غم تھا، مدینہ منورہ میری آرزوؤں کی پہلی منزل تھا، جہاں خدا کے رسول، فخر کائنات، نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں، وہاں کے پاکیزہ اور روح پرور ماحول کو خیرباد کہنا دل پر شاق گذر رہا تھا، دل پُر شوق بار بار کہہ رہا تھا:

تمتع من شمیم عرار نجد

فما بعد العشیۃ من عرار

ترجمہ: نجد (مدینہ منورہ) کی خوش دار گھاس ''عرار'' سے مشام جاں کو معطر کر لے، کیوں کہ آج کی رات کے بعد ''عرار'' کی خوشبو میسر نہیں ہو سکے گی۔

ناچیز نے بہت پہلے اپنی ایک نعت میں اِس آرزو کا اظہار کیا تھا:

تمنا ہے کہ وارثؔ زندگی گذرے مدینے میں ❖ اجل آئے تو نزدِ روضۂ خیر البشرؐ آئے

افسوس صد افسوس کہ پوری زندگی گذارنے کی تمنا میں صرف ۸؍ایام مدینہ منورہ میں گذارنے کی سعادت نصیب ہوئی، جہاں تک مدینہ منورہ میں موت آنے کی بات ہے تو ایسا نصیب کہاں؟

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر دم خواہش پہ دم نکلے ❖ بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی:

من استطاع ان یموت فی المدینۃ فلیمت بہا فانی اشفع لمن یموت بہا۔ (۵۵)

ترجمہ: جو شخص مدینے میں وفات پانے کی استطاعت رکھتا ہو، اسے کوشش کرنی چاہیے کہ وہ مدینے میں وفات پائے، کیوں کہ میں مدینے میں وفات پانے والے کے لیے قیامت کے دن شفاعت کروں گا۔

یاد آیا تو دل تڑپ کے رہ گیا

مدینہ منورہ میں وفات پانے کی آرزو تو ہر راسخ العقیدہ مسلمان کی ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (۱۹۱۳ء-۱۹۹۹ء) رقم طراز ہیں:

''ہندی مسلمانوں کا سرزمین حجاز سے عموماً اور خاک یثرب سے خصوصاً ایسا روحانی تعلق اور عشق ہے کہ ان کو وہاں مرنے کی آرزو اور وہاں کی سرزمین میں دفن ہونے کی تمنا رہتی ہے، انیسویں صدی کے ایک مشہور اردو شاعر کرامت علی شہیدی

متوفی (۱۲۵۶ھ) نے یہاں تک تمنا کی کہ اگر ان کی لاش وہاں کی پاک سرزمین میں دفن ہونے کے قابل نہ ہوتو اس کے صحرا کے جانوروں ہی کا لقمہ بن جاتی، ان کے ایک قصیدے کے دو مشہور شعر ہیں:

مدینے کی زمیں کے گر نہ لائق ہو مرا لاشہ ❖ کسی صحرا میں واں کے طعمہ ہوں میں دام و دد کا
تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے ❖ قفس جس وقت ٹوٹے طائر روحِ مقید کا

علی میاں صاحبؒ نے آخری شعر کے دوسرے مصرع پر حاشیہ نمبر ۲ کے تحت لکھا ہے:

''شہیدی کی تمنا پوری ہوئی، مصنف ''گل رعنا'' لکھتے ہیں:

۱۲۵۵ھ میں حج و زیارت کے ارادے سے گھر سے نکلے، اس سال فریضۂ حج ادا کر کے مدینہ منورہ جا رہے تھے کہ راستے میں بیمار پڑ گئے، ۴؍صفر ۱۲۵۶ھ کو جس وقت تمام منزلیں طے کرتے ہوئے ایسے مقام پر پہنچے، جہاں سے روضۂ مطہرہ نظر آتا تھا، ایک حسرت کی نگاہ اس پر ڈالی اور طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا'' — (۵۶)

یہاں ایک اور واقعہ یاد آگیا، سعودی عربیہ میں مقیم پاکستانیوں کے زیر اہتمام ۱۱؍مئی ۱۹۷۸ء کی رات ''جدہ'' میں ایک عظیم مشاعرے کا انعقاد ہوا تھا جس میں مولانا ماہر القادریؒ (۱۹۰۶ء-۱۹۷۸ء) احسان دانش (۱۹۱۱ء-۱۹۸۲ء) اور حفیظ جالندھری وغیرہم جیسے شعرا شریک ہوئے تھے، احسان دانش مرحوم نے اپنا کلام سنایا تو ان کا یہ شعر:

قبر کے چوکھٹے خالی ہیں انہیں مت بھولو! ❖ جانے کب کون سی تصویر لگا دی جائے؟

سن کر ماہر صاحب آب دیدہ ہو گئے، احسان دانش کے بعد جب حفیظ جالندھری صاحب مائک پر آئے تو ماہر صاحب کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا:

بہشت میں بھی ملا ہے مجھے عذاب شدید ❖ یہاں بھی مولوی صاحب ہیں میرے ہم سائے

یہ شعر سن کر ماہر صاحب مائک پر تشریف لائے اور فرمایا:

''حفیظ صاحب غلط جگہ پر آئے ہیں، اس لیے ان کو تکلیف ہو رہی ہے۔''

ماہر صاحب کا دراصل یہ کہنا تھا عرب کی پاک سرزمین حفیظ صاحب کے لیے مناسب نہیں۔

حفیظ صاحب نے ماہر صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوبارہ وہی شعر دہرایا، اس کے فوراً بعد ماہر صاحب پر دل کا شدید دورہ پڑا (وہ پہلے سے دل کا مریض تھے) اور آناً فاناً اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں چلے گئے۔ ۱۲؍مئی ۱۹۷۸ء کی رات میں انہیں جنت المعلی میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (۱۸۱۸ء-۱۸۹۹ء) کی قبر کے پاس دفن کیا گیا، اس طرح انہوں نے اپنی ایک نظم ''نغمۂ دم'' کے اس آخری شعر میں:

وہ کعبہ جسے دیکھ لینا عبادت ❖ مسلسل ہے پیش نظر اللہ اللہ

جو پیشین گوئی کی تھی وہ پوری ہوگئی۔ ''جنت المعلیٰ''، مسجد حرام سے مشرقی جانب واقع ہے جہاں سے مسجد حرام جانب مغرب میں صاف صاف نظر آتی ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی پھلواروی علیہ الرحمہ (۱۹۲۵ء-۲۰۰۶ء) درج بالا مشاعرے کی روداد، مشاعرے میں مولانا ماہر القادری کی وفات اور جنت المعلیٰ میں حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی قبر مبارک کے پاس ان کی تدفین کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مضمون ''ماہر القادری کی آخری سانس'' میں رقم طراز ہیں :

ماہر صاحب کو نہلا کر جب کفن پہنانے کے لیے تخت پر لٹایا گیا تو ہر شخص نے دیکھا کہ موت کی بھیانک تصویر نہیں تھی، نہ آنکھیں پھٹی تھیں، نہ جبڑا جبڑے سے الگ تھا، پلکیں بند، لب ملے ہوئے، ایک آرام دہ نیند کی کیفیت چہرے سے نمایاں تھی، چہرے سے معصومیت اور مانوسیت ٹپک رہی تھی، شاید اسی کا نام نورانیت ہے۔

......جانے والا چلا گیا، اپنے رب سے راضی ہوگیا، ہنستا مسکراتا گیا، اچھی جگہ، اچھے دن، اچھے لوگوں کے ساتھ سلایا گیا، مولانا محمد علی جوہر کی تدفین بیت المقدس کے جوار میں ہوئی، اس پر مصر کے ایک مشہور شاعر احمد شوقی نے اپنے مرثیے میں ایک ایسا شعر کہا تھا جو آج ماہر صاحب پر بجنسہ صادق آرہا ہے :

نم فی جوار اللہ ما بك غربـة ❖ فی ظل بیت انت من ابنائھا

ترجمہ : خدا کے جوار رحمت میں سو جا، تمہارے لیے کوئی اجنبیت نہیں، اس گھر کے سایے میں تم ہو جس گھر کے تم ایک فرد تھے__(۵۷)

بڑی آرزوؤں کے بعد مسجد نبوی اور روضۃ النبی ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تھی اور ۱۹؍ذی قعدہ ۱۴۳۸ھ (مطابق ۱۳؍اگست ۲۰۱۷ء) کو بڑی حسرتوں کے ساتھ مدینہ منورہ کو الوداع کہنا پڑا، کتنے خوش نصیب تھے وہ زائرین جنہوں نے مسجد نبوی میں کثرت نوافل، تلاوت قرآن عزیز اور ذکر الٰہی کے ثوابوں سے اپنی مراد کی جھولیاں بھر لیں لیکن ناچیز گنہگار ذیل کے شعر :

ذکر حبیب، دیدۂ پرنم، گداز دل ❖ وارث مرے خدا نے مجھے کیا دیا نہیں

کا مصداق بن کر رہ گیا۔

تقریباً ساڑھے نو بجے صبح میں مدینہ منورہ سے ہماری بس مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئی، مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ ۴۵۵ رکیلومیٹر کے فاصلے پر جنوب کی طرف واقع ہے، مدینہ منورہ سے ۱۰ رکیلومیٹر کے فاصلے پر ذوالحلیفہ ہے، تقریباً ۳۰ رمنٹ میں بس وہاں پہنچ گئی۔

ذوالحلیفہ :

اس کا دوسرا نام ابیار علی ہے، علی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ (۵۹۷ء-۶۶۰ء) مراد نہیں ہیں، بلکہ کوئی دوسرے علی

ہیں، مدینہ اور اس کے اطراف سے مکہ مکرمہ جانے والوں کے لیے ’’ذوالحلیفہ‘‘ میقات ہے، یہاں ہم نے وضو کر کے عمرہ کی نیت کی اور احرام باندھا، یہاں ایک مسجد ہے جو مسجد ذوالحلیفہ، مسجد میقات اور مسجد شجرہ کے ناموں سے مشہور ہے، رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے تھے اسی مقام پر نماز پڑھتے تھے، ہم نے بھی احرام باندھنے کے بعد وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔

مسجد ذوالحلیفہ کا کل رقبہ بہ شمول صحن و دیگر ملحقات نوے ہزار (۹۰۰۰۰) مربع میٹر ہے، اس میں پانچ ہزار افراد نماز ادا کر سکتے ہیں، اس کا ایک ہی گنبد ہے جس کی اونچائی ۶۴ر میٹر ہے—(۵۸)

ذوالحلیفہ سے تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد ہماری بس مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوگئی اور تقریباً ۷ر بجے رات میں مکہ مکرمہ میں عزیزیہ بلڈنگ نمبر ۴۵ کے پاس آ کر رکی، ہمارا سامان پہلے ہی یہاں پہنچا دیا گیا تھا، بلڈنگ کی دوسری منزل پر روم نمبر ۲۰۲ میں ہماری رہائش کا نظم تھا۔ مکہ مکرمہ ہماری تمناؤں کی آخری منزل تھا، جہاں رب کعبہ نے میری علالت اور ناتوانی کے باوجود مجھے پہنچا دیا:

وفورِ عشق میں ہر ہر قدم میرا قیامت تھا ❖ نہیں معلوم کیسے جلوہ زارِ حسن تک پہنچا؟

—(میرزا کاظم علی محشر لکھنوی)

—(جاری)

مآخذ اور حواشی:

(۵۵) غالی محمد الامین الشنقیطی تاریخ مدینہ منورہ (مترجم ڈاکٹر شمس کمال انجم) دارالاشاعت مصطفائی دہلی ص: ۳۲، بحوالہ سنن ترمذی کتاب المناقب حدیث نمبر: ۳۹۱۷۔

(۵۶) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کاروان مدینہ مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ ص: ۲۱۹، ۲۲۰۔

(۵۷) حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی پھلواروی ’’ماہر القادری کی آخری سانس‘‘ ماہنامہ فاران کراچی کا ماہر القادری نمبر، ص: ۳۷۷ تا ۳۸۲۔

(۵۸) ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی، تاریخ المدینۃ المنورۃ مطابع الرشید، المدینۃ المنورۃ ص: ۲۵۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

نقد وتبصرہ

نام کتاب : تعارف قرآن (مع سوالات وجوابات)

مرتب : سید محمد جسیم انور

صفحات : ۲۲۲

مطبع : دی پرنٹو اسٹیشنرس پٹنہ ۴

قیمت : ۱۵۰/روپے

مبصر : ظفر حسنین

ملنے کے پتے : (۱) فہد جسیم میزبان (کیٹرر) النظیر کمپلیکس، دریاپور، سبزی باغ پٹنہ ۴

(۲) خانقاہ منعمیہ میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی

(۳) حاجی سید اظہر عالم، علی میرج ہال، روڈ نمبر ۱۱۰، نیو کریم گنج، گیا

تعارف قرآن ۲۲۲/صفحات کی ایک چھوٹی سی کتاب ہے۔ جو، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے قرآن مجید جیسی عظیم، بے مثال اور رہتی دنیا تک انسانوں کی رہبری کے لئے نازل کی گئی کتاب کا مختصر تعارف ہے۔قرآن مجید دنیا کی سب سے زیادہ لکھی جانے والی، دنیا کی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی اور دنیا کی سب سے زیادہ سمجھی جانے والی کتاب حکمت ہے۔ یہ دنیا کی واحد ایسی کتاب ہے جو اپنے نزول کے چودہ سو سال گزرنے کے باوجود آج بھی اسی حال میں قائم ہے جیسے نازل ہوئی تھی، اس میں ایک زیر زبر کا بھی فرق آج تک نہیں ہوسکا۔

قرآن کی نہ معلوم کتنی تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ بڑے بڑے جید علماء، مفسرین، ناقدین اور دنیا کے ہر مذہب کے ماننے والے دانشوروں نے قرآن کے ایک ایک لفظ پر غور وفکر کرتے ہوئے اپنی عمریں گزار دیں لیکن وہ اللہ کے اس کلام کے رموز ونکات کو پوری طرح نہیں سمجھ سکے بس جو سمجھے وہ یہ ہے کہ یہ حیرت انگیز اور لاثانی ہے—— قرآن کا مطالعہ کرنا ہی باعث ثواب ہے،

اس کو سمجھنا اور اس پر غور وفکر کرنا اور بھی زیادہ موجب ثواب ہے۔اس حقیقت کے پیش نظر بہت سے لوگ جو کسی جامعہ، یونیورسٹی یا مدارس سے فارغ عالم و فاضل نہیں ہیں محض اپنی محنت، جانفشانی اور تحقیق علم کی لگن سے اس عظیم کتاب کے بارے میں ایسی چیزیں تلاش کر کے یکجا کر دیتے ہیں جو عوام کے لئے علم و واقفیت کا وسیلہ بنتی ہی ہیں خود مرتب کے لئے بھی ثواب کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ایسے ہی لوگوں میں جناب جسیم انور صاحب ہیں جو پیشے سے کیٹرر ہیں،''میزبان'' نامی مشہور کیٹرر کے مالک ،لوگوں کے منہ کا ذائقہ بدلنے والے — لیکن اس کتاب کے ذریعہ انہوں نے حصول علم کا ذائقہ بدلنے کی کوشش کی ہے۔لوگوں نے قرآن مجید مع معنیٰ پڑھ کر، اس کی تفسیر سمجھ کر اور اس پر غور وفکر کر کے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ ایک جامع اور بڑا خزانہ ہے اور یہ کتاب اس خزانے کی کنجی ہے جس کے ذریعہ آپ محض منٹوں میں خزانے کا کچھ حصہ حاصل کر سکتے ہیں۔آپ کے ذہن اور دماغ میں اس کلام مقدس کے بارے میں جو بھی سوال آتا ہے اس کا جواب اس کتاب کے صفحات پلٹئے اور حاصل کر لیجئے۔

یہی وجہ ہے کہ مولانا سید شاہ مشہود احمد قادری ندوی پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ نے (اسی کتاب کے کور پر) اس کتاب کو مختصر جامع قرآنی انسائیکلو پیڈیا قرار دیا ہے جبکہ ڈاکٹر سید شاہ طلحہ رضوی برق صاحب نے لکھا ہے کہ مصنف جس خانوادہ کے فرد ہیں اور جس علمی ماحول میں ان کی پرورش و پرداخت ہوئی اس نے انہیں دین و مذہب کے گہرے مطالعے کی طرف راغب کیا اور اسے اتنی وسعت دی کہ اپنے شعوری حصول اور فکری یافت کو کتابی شکل میں ترتیب دے دیا۔جس سے موجودہ ملی معاشرہ اپنی چھوڑی ہوئی ڈگر کو پکڑے اور افراد ملت میں دینی احساس بیدار ہو۔اسی طرح سید شاہ شمیم منعمی صاحب سجادہ نشیں خانقاہ منعمیہ میتن گھاٹ پٹنہ نے لکھا ہے کہ یہ کتاب قرآن کریم کے موضوعات ومضامین اور اس کی گوناگوں خوبیوں کے تعارف کی ایک مستحسن کوشش ہے — اور جناب پروفیسر علیم اللہ حالی صاحب کا خیال ہے مرتب نے قرآن کریم کی روح پرور حقیقتوں کو ثبوت وسند کے تمام اشارات کے ساتھ پیش کر کے نہ صرف اپنے لئے توشۂ آخرت تیار کر لیا ہے بلکہ اس کا مطالعہ کرتے ہوئے قارئین کتاب کے لئے سعادت و بخشش کا انتظام کر لیا ہے۔

اس طرح یہ کتاب قرآنی انسائیکلو پیڈیا بھی ہے اور پاکٹ سائز قرآنی ڈکشنری اور معلومات کا خزانہ بھی۔آپ اسے محض ایک سو پچاس روپے میں خرید کر دین و دنیا کی فلاح کے ساتھ اپنے علم اور معلومات میں بے حد اضافہ کر سکتے ہیں۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

کربلا

● پروفیسر منیر فاروقی دربھنگویؒ

کربلا ایثار و قربانی کی رنگیں داستان ❖ کربلا دست مجاہد میں عزائم کی سناں
کربلا رخسار نخوت پر طمانچے کا نشاں ❖ کربلا تیغوں کے سائے میں مجاہد کی اذاں
کربلا تاریخ انسانی کا ایسا حادثا!
جس کے آگے سطوت دنیا کا پرچم جھک گیا
کربلا ہے جادۂ تسلیم کی ہیئت کا نام ❖ کربلا احساس عبدیت کی ہے شدت کا نام
کربلا مظلوم کے خونِ رگِ غیرت کا نام! ❖ کربلا ہے ظالموں کے واسطے عبرت کا نام
کربلا مایوسیوں پر ضربتِ کاری بھی ہے
مردہ قوموں کے لئے پیغام بیداری بھی ہے
عترت و ناموسِ احمدؐ کے ثنا خوانو! سنو ❖ عظمتِ خونِ حسینیؓ کے نگہبانو! سنو
محفل حالات کے جاں سوز پروانو! سنو ❖ شورشِ امروز سے پامال نادانو! سنو
پھر یزیدانِ زمانہ ظلم کے ایواں میں ہیں
شمر و خولی ہر طرف خنجر بکف میداں میں ہیں
پھر فُراتِ وقت پر پہرہ لگا ہے آئیو ❖ ذوالفقارِ حیدری کی ہے ضرورت لائیو
کربلا میں وقت کے، بے حوصلہ مت جائیو ❖ زخم سینے پر مثالِ ابن حیدر کھائیو
مصلحت کیشوں کو ٹھکراتی رہی ہے کربلا
سرفروشوں سے ہی تھراتی رہی ہے کربلا
کربلا ہے فرض کی وادی کا اک نازک سفر ❖ کربلا بیمار ذہنوں کی دوائے معتبر
کربلا مردہ دلوں کے واسطے تیغ دوسر ❖ کربلا ہے درد کے ماروں کی ایک آہِ سحر
تم نہ جاؤ گے تو خود تم پر گزر جائے گی یہ
وقت کے الزام سارے سر پہ دھر جائے گی یہ

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

سلام بحضور امام عالی مقام رضؓ

● جناب قمر وارثی — کراچی (پاکستان)

قابل ہے احترام کے اُس باوفا کی خاک
جس فرد کو نصیب ہوئی کربلا کی خاک

کھل جائے جس پہ جادۂ صحرائے نینوا ❖ کیوں چھانتا پھرے وہ بھلا جابجا کی خاک
کیا پوچھتے ہو اُس کے مقدر کی تابشیں ❖ پائی ہے جس نے کوچۂ آلِ عباؓ کی خاک
پہنچی ہے لمحہ بھر میں اثر کے کمال تک ❖ نام حسینؓ سے جو اڑی ہے دعا کی خاک
سرمایۂ حیات بھی، مقصودِ ذات بھی ❖ ہے ابن بوترابؓ کے دست عطا کی خاک
ہو جاؤں میں بھی صاحب توقیر سر بسر ❖ پاؤں جو بابِ ابن علیؓ مرتضیٰ کی خاک
پایا ہے میں نے خود کو دیارِ حسینؓ میں ❖ ایسی ہوئی قبول مری التجا کی خاک
دیکھا مزارِ ابن مظاہر تو یہ کھلا ❖ ہیں جس جگہ حسینؓ وہیں ہمنوا کی خاک

اُس جیسا ہوگا کون جہاں میں غنی قمرؔ
پا جائے جو حسینؓ کے در کے گدا کی خاک

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

منقبت امام حسینؓ

● جمال احمد جمال— کراچی (پاکستان)

کیسے بیاں، زباں سے ہو، عظمت حسینؓ کی ❖ دیکھے کوئی، کہ کس سے ہے، نسبت حسینؓ کی
ہو کر شہید، زندہ و تابندہ ہیں، حسینؓ ❖ پنہاں ہے، لاالہ میں، دعوت حسینؓ کی
وہ نورِ شہرِ علم تھے، اُمت کے وہ امام ❖ بے مثل و لازوال، امامت حسینؓ کی
لختِ جگر علیؓ کے، جگر گوشۂ رسولؐ ❖ دیکھی ہے آسماں نے، شجاعت حسینؓ کی
رسوائیوں کی خاک ہیں، دشمن حسینؓ کے ❖ عظمت نشاں ہے، تابش شہرت حسینؓ کی
ثابت قدم تھے، تادمِ تکمیل امتحاں ❖ ہے تابناک، شرحِ عزیمت، حسینؓ کی
برپا ہے، روز، شامِ غریباں درونِ دل ❖ رفعت میں، سر بلند تھی، حرمت حسینؓ کی
ہر عہد میں، نشانِ تنفر، رہا یزید ❖ ہر دل میں، جاگزیں ہے، محبت حسینؓ کی

دیکھیں گے سب، جمال و کمال مقام عشق
تکریم ہوگی، روز قیامت، حسینؓ کی

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

نذرِ عقیدت بہ بارگاہِ امام علیہ السلام

● مولانا شاہ ہلال احمد قادری

جن پہ قرباں ہو کے ملتی ہے حیات سرمدی ❖ قتل وہ ہوتے رہے اور زندگی روتی رہی
کربلا میں یوں ہوئی خوں ریزئ آلِ نبی ❖ خاک کربل از رہ شرمندگی روتی رہی
قتل اہل بیت پر انسانیت بھی شرم سے ❖ مصطفٰی کی دیکھ کر آزردگی روتی رہی
نرغۂ اعدا میں تھے ابن رسول اللہ جب ❖ نم تھی چشم مصطفٰی بے چارگی روتی رہی
اس نبیٔ مقتدر کو دیکھ لے تقدیر بھی ❖ صبر کی تو حد نہ تھی افسردگی روتی رہی
بندگئ حق میں تھا ابن علی کا معرکہ ❖ سر ہوا تن سے جدا اور بندگی روتی رہی
زیب دوش مصطفٰی افتادہ برروئے زمیں ❖ یہ قیامت دیکھ کر افتادگی روتی رہی
گرمئ آغوش میں پروردۂ ناز نبی ❖ آج ہے غلطاں بخوں غم خوارگی روتی رہی
خود نبی نے خوں شہیدوں کے سمیٹے وا اَسف ❖ دیکھ کر یہ بے بسی درماندگی روتی رہی
آخری تھے آیت تطہیر کے پیکر حسین ❖ پاک تر ان سا نہ تھا پاکیزگی روتی رہی

شمع وہ تابندہ تر زہرا کے گھر کی بجھ گئی
اے ہلالؔ غم زدہ تابندگی روتی رہی

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

سلام بنام شہدائے کربلا

● امتیاز الملک آسی سلطانی — کراچی (پاکستان)

عروجِ عشق میں سارے تھے بے نظیر چراغ
بقائے زیست کو دکھلا گئے لکیر چراغ

ملی ہے جن کے وسیلے رہِ نجات ہمیں
تو کیوں نہ ہم بھی کہیں اُن کو دستگیر چراغ

مقام دوست سے آگاہ تھے وہ اہلِ یقیں
جگا رہا شب عاشور تھا ضمیر چراغ

میان باطل وحق جو بنے رہے آہن
ہم اہل عشق ومودت کے وہ نصیر چراغ

بدل گئی جو تمنائے زیست لمحوں میں
حسینیت کی ہواؤں کا تھا اسیر چراغ

جو اُن کے نام کی محفل سجائے رکھتے ہیں
انہی چراغوں کے یہ بھی تو ہیں وزیر چراغ

انہی کی ذات کے صدقے کی آس میں آسی
اٹھائے ہاتھ کا کشکول ہے فقیر چراغ

✲✲✲✲✲✲✲✲✲

استغاثہ

بہ بارگاہ حضرت امام عالی مقام علیہ السلام

● امیمہ قادری — دارالشرف، جھریا، دھنباد

فریاد یہ اے سبط نبی بہر خدا ہے ❖ اب ظلم وستم ہم پہ ہوا حد سے سوا ہے
یلغار ہے ہر سمت سے پھر شمر و عمرو کی ❖ کفار کے نرغے میں پھر ایمان گھرا ہے
شبیر ہے کوئی نہ کوئی قاسم و اکبر ❖ اک لشکر کفار ہے میدان بلا ہے
عباس نہ کوئی ہے جو ایمان کی خاطر ❖ ہر دست تظلم کے لئے شیر خدا ہے
کفار کے نرغے میں ہے اسلام کا گلشن ❖ اپنوں نے بھی کچھ ظلم وستم کم نہ کیا ہے
ہر ظلم سے ہر جبر سے نظروں کو چرائے ❖ بندہ ترا دربار یزیدی میں پڑا ہے
حق سے نہ غرض ہے نہ کوئی فرض سے مطلب ❖ اسلاف کے قدموں کے نشاں بھول گیا ہے
سجدوں کے نشاں مٹ گئے اب صحن حرم سے ❖ کعبہ بھی اس افتاد پہ حیران کھڑا ہے
ہر ظالم و جابر کی بس اب کھینچ طنابیں ❖ دنیا ترے مومن کے لئے کرب و بلا ہے
ہم بے سروسامانوں کا پرساں نہیں کوئی ❖ اک ابر کرم سایہ دیوار ترا ہے
نانا کے خطا کاروں پہ اب نظر کرم ہو ❖ بخشش مرے آقا کے نواسوں کی ادا ہے

ہم بھی ہیں عزادار حسین ابن علی کے
ہونٹوں پہ مگر قفل ہے سینے میں بکا ہے

✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲

کوائف وحالات

● ادارہ

راز و نیاز بلبل وگل ہم سے پوچھئے ❖ نرگس کی آنکھ بن کے رہے ہیں چمن میں ہم

کچھ اپنی..کچھ دوسروں کی

نیشنل رجسٹر فار سیٹیزن (NRC) :

یہ ایک ایسی دستاویز ہے جو حکومت اپنے شہریوں کی حقیقی شناخت کے لئے بناتی ہے۔کئی سال پہلے حکومت ہند کی طرف سے ایسی دستاویز تیار کی جا چکی ہے جس سے ملک کے شہریوں کی تعداد معلوم ہوتی ہے اسے NPR کہا جاتا ہے — لیکن NRC ایک ایسا رجسٹر ہے جو ملک کے ہر شہری کو یقین دلاتا ہے کہ وہ بلاخوف وخطر ملک میں رہ سکتا ہے اور اس کی طرف کوئی انگلی اٹھانے والا نہیں ہے — لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب رجسٹر تیار کرنے والا مجاز آفیسر اور اسے ہدایت دینے والی حکومت مخلص اور غیر جانبدار ہو ورنہ ایسی تمام کوششیں بیکار چلی جاتی ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جتنے جائز شہری ہوتے ہیں اتنے ہی ناجائز شہری بھی ڈھونڈھ لیے جاتے ہیں۔

ملک کی موجودہ حکومت نئے نئے مسائل اٹھارہی ہے اس نے اس مسئلے کو بھی زور وشور سے اٹھایا ہے کہ ملک میں NRC کے نئے رجسٹر تیار کئے جائیں۔لیکن یہ فسطائی جماعت اور اس کی حکومت اس جائز کوشش کو بھی مکمل طور سے مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا چاہ رہی ہے اور اس کی طرف اس کے قدم بھی بڑھ چلے ہیں۔ابتدء آسام سے کی گئی ہے اور ابتک جو فائنل رجسٹر تیار کیا گیا ہے اس میں انیس لاکھ افراد شامل نہیں ہیں گویا یہ انیس لاکھ افراد اس وقت تک اس ملک کے شہری نہیں مانے جائیں گے جب تک وہ اس کا پختہ ثبوت نہ دے دیں۔مسلمانوں کے دشمنوں نے سب سے پہلے یہ ہنگامہ کیا کہ آسام میں ڈیڑھ کروڑ غیر ملکی موجود ہیں جن میں بڑی تعداد مسلمانوں کی ہے پھر مردم شماری ہوئی تو یہ تعداد گھٹ کر چالیس لاکھ ہوگئی پھر نظر ثانی کے بعد یہ تعداد انیس لاکھ ہوگئی اب یہ تعداد دو چار لاکھ تک ہی رہ گئی ہے اس میں بھی زیادہ تعداد ہندوؤں کی ہے گویا دشمنوں کا چلایا ہوا خنجر اب انہیں کو مجروح کر رہا ہے داؤان کا الٹا پڑ گیا ہے۔

آپ کو میں یہ بتادوں کہ انیس لاکھ لوگوں میں بڑی تعداد ایسے مسلمانوں کی ہے جو نہ صرف برسہابرس سے یہاں رہتے آرہے ہیں بلکہ ان کے آباء واجداد بھی یہیں رہے اور یہیں دفن ہوئے،اب ان سے ان کی شہریت کا ثبوت مانگا جارہا ہے جو ملنا ممکن نہیں نتیجۃً ان کو حکومت کے

فرمان کے مطابق دوسرے ملک میں ڈھکیل دیا جائے گا—— ہمارے ''معزز'' وزیر داخلہ نے ببانگ دہل اعلان کیا ہے کہ باہر سے آکر یہاں بسنے والوں کو جن کا نام اس رجسٹر میں نہیں ہوگا ہر قیمت پر باہر ڈھکیل دیا جائے گا بشرطیکہ وہ ہندو نہ ہو، اگر وہ ہندو ہوگا اسے اس ملک کی شہریت دی جائے گی چاہے وہ بھاگ کر پاکستان یا بنگلہ دیش یا کہیں سے اس ملک میں داخل ہوا ہو۔ یہ ایک عجب قانون ہے جس کی بنیاد اصل میں ایک خاص مذہب سے نفرت کی بنیاد پر رکھی گئی ہے اور جس کا نشانہ صرف مسلمان ہیں—— کہنے کو تو ابھی صرف یہ ان شہروں پر لاگو ہوگا جو بارڈر سے ملے ہیں مثلاً بنگلہ دیش اور پاکستان کے بارڈر لیکن دراصل آئندہ یہ ہر اس شہر پر لاگو ہوگا جہاں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے—— کہا جا رہا ہے کہ ہر شہر میں ڈی ٹینشن کیمپ بنائے جائیں گے جہاں ایسے افراد رکھے جائیں گے جن کا نام رجسٹر میں نہیں ہوگا اور بعد میں انہیں ملک بدر کر دیا جائے گا۔ یہ ایک منظم سازش ہے جس کے تحت ملک میں مسلمانوں کی آبادی کو کم کرنا ہے—— صرف آسام و بنگال میں ایسے لاکھوں افراد مل جائیں گے جن کے لئے شہریت کا سرٹیفکٹ حاصل کرنا ممکن ہی نہیں ناممکن ہوگا پھر وہ کہاں جائیں گے؟ اس ملک میں رہ نہیں سکتے اور دوسرا ملک انہیں قبول نہیں کرسکتا پھر؟—— یہ سوالیہ نشان سارے شہریوں کو اور خود حکومت کو پریشان کر رہا ہے۔

ان تمام حالات سے مسلمانوں کو پریشان ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ مسلمانوں کی پریشانی ہی ان کا اصل مقصد ہے، مسلمانوں کو اپنی جگہ پر پوری طاقت سے قائم رہنا ہے اور جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے شہری ہونے کا ثبوت حاصل کر لینا ہے۔

حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری کا سفر عراق :

قارئین المجیب کے لئے یہ خبر دلچسپی کا باعث ہوگی کہ حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری مدظلہ العالی، ماہ جولائی کے آخری عشرے میں عراق کا سفر کر کے آئے، ان کا یہ سفر ۱۰/دنوں کا تھا، ۴/دن بغداد شریف میں، ۳/دن کربلائے معلی میں اور ۳/دن نجف اشرف میں قیام رہا، بغداد شریف میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے آستانہ کے قریب ہوٹل میں قیام ہوا اور بغداد شریف میں حضرت غوث پاک کے مزار مبارک کی زیارت کا شرف کئی بار حاصل ہوا—— اور بغداد شریف میں مدفون اولیاء اللہ حضرت معروف کرخی، حضرت ذوالنون مصری، حضرت ابوالحسن نوری، حضرت جنید بغدادی، حضرت سری سقطی، حضرت بشر حافی، حضرت امام غزالی، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت شیخ بہلول دانا اور حضرت ابراہیم خواص قدست اسرارہم کے مزارات پر حاضری دی۔ بغداد شریف میں خصوصیت کے ساتھ نبی مکرم حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے مزار اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ان کے قریب ہی مشہور تفسیر قرآن علامہ آلوسی کی قبر ہے اس کی زیارت بھی کی۔

بغداد شریف میں قیام کے دوران عراق کے قدیم شہر بابل گئے جو اب حلّہ کے نام سے معروف ہے، وہاں نبی مکرم حضرت ایوب علیہ السلام کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔ مشہور صحابی رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے اور ان کے روضۂ مبارک سے متصل اصحاب رسول حضرت حذیفہ ابن الیمان اور حضرت عبداللہ بن جابر انصاری رضی اللہ عنہما کے مزارات میں جو بغداد میں دجلہ کے کنارے مدفون تھے اور ان کی قبروں میں پانی آرہا تھا، وہاں سے ان کے اجسام مطہرہ کو یہاں منتقل کیا گیا جو بالکل تروتازہ تھے۔ حضرت سلمان فارسی کے روضہ سے کچھ فاصلے پر کسریٰ شاہ ایران کے محل کے کھنڈرات بھی دیکھے جس کے کنگرے ولادت نبوی کے وقت گر گئے تھے۔

قیام بغداد میں ہی ایک دن سامراء کا سفر ہوا جو بغداد سے ۳/گھنٹے کی مسافت پر ہے وہاں ائمۂ اہل بیت حضرت امام حسن عسکری اور حضرت امام علی الہادی علٰے جدہما وعلیہما السلام کے مزارات ہیں، دونوں کے مزارات ایک ضریح کے اندر ہیں، ان کے مزارات کی زیارت کی۔ کاظمین بھی گئے اور حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کی۔ بغداد شریف سے نکلنے کے بعد حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادری صاحب نے

کوفہ میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الشریف کے مبارک گھر کی زیارت کی، اس سے کچھ فاصلے پر ایک وسیع وعریض عمارت میں حضرت علی مرتضیٰ کے جائے شہادت اور حضرت مسلم بن عقیل بن ابی طالب اور حضرت ہانی بن عروہ کے مقابر ہیں، کوفہ کی اس عمارت سے کچھ فاصلے پر حضرت زید شہید رضی اللہ عنہ کا مقبرہ ہے یعنی حضرت زید بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہما اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے دونوں بچوں محمد بن مسلم بن عقیل اور ابراہیم بن مسلم بن عقیل کے مقابر ہیں جو یزیدیوں کے ہاتھوں جام شہادت سے سیراب ہوئے تھے۔ حضرت حر بن یزید ریاحی کا مقبرہ کربلا سے قریب ہے، ان تمام مقامات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

نجف اشرف میں ۳؍دن ایک ہوٹل میں قیام رہا جو روضۂ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الشریف سے قریب تھا، روضۂ مبارک پر حاضری کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔ کربلائے معلی میں بھی ہوٹل قریب تھا، روضۂ امام عالی مقام سیدنا حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری کا شرف میسر ہوا، حضرت مولانا شاہ ہلال احمد صاحب نے بتایا کہ ایک ضریح میں حضرت امام حسین کا مزار مبارک ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت امام علی اکبر رضی اللہ عنہ بھی مدفون ہیں، اس سے کچھ فاصلے پر ایک بڑی ضریح بنی ہوئی ہے، اس میں اہل بیت کے ساتھ تمام شہدائے کربلا مدفون ہیں، عسکر حسینی کے ایک مجاہد جلیل حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی رضی اللہ عنہ کی قبر علیحدہ ایک ضریح میں ہے، امام حسین کے مزار مبارک کے قریب ہی جائے شہادت ہے، جس کو شیشے سے بند کر دیا گیا ہے، روضۂ امام حسین سے دو کیلومیٹر دوری پر وہ جگہ ہے جہاں خیمہ نصب کیا گیا تھا وہ خیمہ گاہ کہلاتا ہے، اس کے قریب نہر فرات ہے۔

حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادری مدظلہ العالی کے ساتھ اس سفر میں شریک یہ حضرات تھے، پروفیسر سید اسد علی خورشید ڈین شعبۂ فارسی و صدر ادارۂ تحقیقات فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، غلام نظام الدین رحمانی چھپرہ، عبدالغفار ''شان بہار'' بس آنر چھپرہ، محمد کلیم الدین پھلواری پینٹس سپلائی بھوبنیشور (اڑیشہ)، مولانا عبدالمنعم مجیبی دارالعلوم فیاض المسلمین بائسی پورنیہ، حاجی محمد شفیق، حاجی اذکار الحق اور محمد دلشاد آیتی بائسی پورنیہ۔

معمولات خانقاہ بماہ محرم الحرام :

حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ پیر مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد مبارک سے عاشورہ کے دن حضرت امام حسین علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا قل ہوتا آرہا ہے۔ ۱۰؍محرم الحرام یوم عاشورہ کو نصف النہار کے وقت قل ہوتا ہے اور قل کے بعد فضائل امام ہمام ومختصر ذکر شہادت ہوتا ہے اور اسمائے شہدائے کربلا پڑھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد فاتحہ وایصال ثواب پر محفل اختتام پذیر ہوتی ہے۔

۲۴؍محرم الحرام کو حضرت کرسی نشین ولایت فرد الاولیاء مولانا شاہ ابوالحسن فردؔ قدس سرہٗ کا عرس ہوتا ہے۔ ۲۴؍کی شب میں اور ۲۴؍کے دن میں قل ومحفل سماع کا اہتمام ہوتا ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ صفر المظفر :

۵؍صفر المظفر عرس حضرت مولوی معنوی سید شاہ محمد عبدالحق قادری پھلواروی قدس سرہٗ شب ۵؍وروز ۵؍کو قل اور مجلس ہوتی ہے اور اسی دن عصر کے بعد حزب البحر کا نصاب دیا جاتا ہے اور لوگ اعتکاف میں بیٹھتے ہیں۔ یہ خصوصیات عہد پاک حضرت فیاض المسلمین قدس سرہٗ سے ہے۔

۱۶؍صفر المظفر عرس حضرت بدرالکاملین فیاض المسلمین امیر شریعت شیخ الطریقت مولانا الحاج سید شاہ محمد بدرالدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ العزیز ۱۵؍صفر دن گزار کر شب ۱۶؍وروز ۱۶؍کو قل ومحفل سماع کا اہتمام ہوتا ہے۔

۲۹؍صفر المظفر حضرت سیدنا امام ہمام امام حسن مجتبیٰ علی جدہ وعلیہ السلام کا عرس مبارک ہوتا ہے۔ ۲۹؍کی شب میں قل ومجلس ہوتی ہے۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

مسودے دیجیے.............................کتابیں لیجیے

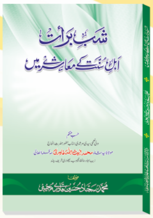

صائمہ پبلی کیشن کی اہم مطبوعات

احمد مارکیٹ، لنگر ٹولی، دریاپور، پٹنہ۴ ۸۰۰۰۰۴

ن ش	کتاب کا نام	مصنف	صنف	صفحات	سال اشاعت	قیمت	کتاب ملنے کا پتہ
۱	پیمانۂ دل	محمد ضیاالحسن رضوی	شعری مجموعہ	۲۵۶	۲۰۱۸	۳۵۰	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ
۲	نقوش پا	ڈاکٹر سید مظفر عالم ضیا	ایضا	۱۵۲	ایضا	۳۰۰	سید سرفراز عالم، دارالنشاط، دریاپور، پٹنہ۴ ۸۰۰۰۰۴
۳	گفتگو کتابوں سے	منیر سیفی	تنقید	۱۸۴	۲۰۱۷	۳۰۰/	مالک لین، سمن پورہ، وی بی سی، پٹنہ۱۴ ۸۰۰۰۱۴ (بہار)
۴	القول السدید لدفع المتعصب العنید	مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری	حقائق	۸۸	۲۰۱۹	۵۰/	دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ
۵	برجستہ دوم	ڈاکٹر مسعود الرحمٰن	مضامین	۱۴۴	۲۰۱۷	۲۰۰	صائمہ پبلی کیشن دریاپور، پٹنہ
۶	بدلتے منظر	سمیعہ نسیم	شعری مجموعہ	۹۶	۲۰۱۶	۲۰۰/	بی/۱۳۷ پیپلس کواپریٹیو، کالونی، کنکر باغ، پٹنہ۲۰
۷	اندھیرے اجالے	حسن جبیں شکیل	افسانے	۱۵۲	ایضا	۲۰۰/	معرفت معروف خاں بھیکن پور، گمتی نمبر۳
۸	شب برات (اہل سنت کے معاشرے میں)	محمد سجاد حسین قادری مجیبی	تحقیق	۱۵۲	۲۰۱۹	۱۲۰	صائمہ پبلی کیشن، دریاپور پٹنہ۴
۹	احمد یوسف کا افسانوی سفر	ڈاکٹر عرفان ضیا یوسف	مضامین	۳۲۸	۲۰۱۶	۵۵۰	عرفان ضیا یوسف، صدر گلی، پٹنہ سٹی، ۸۰۰۰۰۸
۱۰	پنجڑے کا قیدی	ڈاکٹر قمر جہاں	افسانوی مجموعہ	۱۳۶	۲۰۱۵	۳۰۰/	معرفت محمد بدرالحسن، گمتی نمبر۳، بھیکن پور، بھاگلپور
۱۱	سیادت علم	ڈاکٹر محمد واسع ظفر	مضامین	۱۵۲	۲۰۱۹	۱۵۰/	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ
۱۲	زخم زخم لہولہو	محمد اختر عالم اختر	شعری مجموعہ	۷۲	۲۰۱۹	۷۵	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ
۱۳	پروین شاکر حیات اور کارنامے	ڈاکٹر خالدہ ناز	تنقید	۲۴۰	۲۰۱۵	۳۰۰/	معرفت محمد صدیق نیو کالونی اسلام نگر، بھاگلپور، بہار
۱۴	بہار اور جھارکھنڈ میں اردو غزل ۱۹۶۰ کے بعد	ڈاکٹر نگار سلطانہ	تحقیق	۱۷۶	۲۰۰۹	۲۵۰	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ
۱۵	باغ کی خوشبو	ایم مرتضیٰ	تاثرات	۱۱۲	۲۰۱۹	۱۰۰	تھیوسفیکل سینٹر دیوان باغ اورنگ آباد
۱۶	اردو شاعری میں سماجی سیاسی شعور کا ارتقاء	ڈاکٹر مصلح الدین	تحقیق	۲۰۰		۳۰۰	نعمت اللہ ایجوکیشنل سوسائٹی، شاہین منزل نگھرواسلطان گنج، پٹنہ
۱۷	فانوسِ خیال	ڈاکٹر سید مظفر عالم ضیا	شعری مجموعہ	۱۹۲	۲۰۱۴	۲۵۰	سید سرفراز عالم دارالنشاط دریاپور، پٹنہ۔۴
۱۸	اردو کی شخصی مرثیہ نگاری میں چکبست اور محروم کا حصہ	ڈاکٹر مسعود عالم	تحقیق	۲۰۸	ایضاً	۲۵۰	ڈاکٹر مسعود عالم، عالم ویلا نجمی لین، کنگھیا ٹولہ، پٹنہ سیٹی
۱۹	دیدۂ عبرت نگاہ	منیر سیفی	سفرنامہ	۱۷۶	ایضاً	۲۵۰	منیر سیفی مالک لین، سمن پورہ، وی بی سی، پٹنہ۔ بہار
۲۰	ملت اسلامیہ کے مسائل وقضایا علامہ شبلی اور ان کے معاصر شعراء کے کلام	ڈاکٹر سید شاہ تقی الدین احمد فردوسی ندوی منیری	تحقیق	۷۲	ایضاً	۵۰	صائمہ پبلی کیشن پٹنہ
۲۱	کسک (اشاعت دوم) ترمیم شدہ	ڈاکٹر سید مظفر عالم ضیا	شعری مجموعہ	۱۰۴	۲۰۱۹	۲۰۰	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ
۲۲	گردِ سفر	ڈاکٹر سید مظفر عالم ضیا	شعری مجموعہ	۱۰۴	۲۰۱۲	۲۰۰	سید سرفراز عالم دارالنشاط دریاپور، پٹنہ۔۴
۲۳	رقصِ سیماب	ڈاکٹر سید مظفر عالم ضیا	شعری مجموعہ	۱۲۸	۲۰۱۱	۵۰	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ
۲۴	اسلامیات (مختصر معروضی جانکاریاں)	ڈاکٹر مسعود الرحمٰن/احمد بدر	اسلامیات	۱۱۲	۲۰۱۹	۲۵	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ
۲۵	سہیل عظیم آبادی بحیثیت صحافی	ڈاکٹر محمد جاوید احمد	تحقیق	۱۲۸	۲۰۰۹	۲۰۰	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ
۲۶	دھند میں کھوئی روشنی	ڈاکٹر افسانہ خاتون	ناول	۱۴۶	ایضاً	۲۰۰	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ
۲۷	سلسلہ	ڈاکٹر یاسمین اختر	افسانوی مجموعہ	۱۶۰	۲۰۱۵	۳۰۰	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ
۲۸	برجستہ اول	ڈاکٹر مسعود الرحمٰن	مضامین	۱۲۰	۲۰۰۷	۱۵۰	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ
۲۹	ذائقۃ الموت	منیر سیفی	منظومات	۱۶۸	۲۰۱۹	۴۰۰	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ
۳۰	سلسلے درد کے	ڈاکٹر نکہت پروین	افسانوی مجموعہ	۹۲	۱۹۹۷	۳۵	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ
۳۱	بیتے لمحے، بیتی یادیں	حمیدہ بانو	خودنوشت	۲۸۶	۲۰۰۰	۱۵۰	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ
۳۲	دبئی کا سفر	ڈاکٹر احسان اشرف	سفرنامہ	۸۸	۲۰۱۸	۲۰۰	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ
۳۳	درد کے ساگر میں	ڈاکٹر معصوم رضا امرتھوی	شعری مجموعہ	۲۲۴	۲۰۱۸	۲۰۰	صائمہ پبلی کیشن، پٹنہ

Saima Publication
Dariyapur, Ahmad Market, Patna-4

ISSN 2320-8600 The ALMOJIB Quarterly
Vol.No. :59
July, Aug. & Sept. 2019
Sl.No. : 03
The only most widely circulated Urdu Quarterly of Bihar
Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna - 801505 Bihar (INDIA)
Ph. No. (0612) 2555572, Telefax : 2555305, Mob. No. +91-9006306098, E-mail : almujeebquarterly@gmail.com

EMAD PHYSIOTHERAPY CLINICS

Enjoy The Freedom Again

Aman Hospital Complex, Ali Nagar Colony, Anisabad, Patna-2

Contact US	:	8521800452/9082460065
E-mail	:	emadphysiotherapyclinics@gmail.com
Website	:	**www.emadphysiotherapyclinics.com**

At **EMAD PHYSIOTHERAPY CLINICS** we treat Conditions like Muscles Spasm spondylitis, Neck Pain, Back Pain, Frozen Shoulder, Knee Pain, Arthritis, Sprain, Strain, Cerebral Palsy, Stroke, Bell's Palsy, Parkinson's, Multiple Scelerosis, Sports Injuries, Post Plaster Complication, Specially Foot Problem like Diabetic Foot, Arch Problem, Neuropathy etc with **Advance and Computerized Machines and Modern Techniques of Exercise, Manipulation & Moblization By Qualified & Experienced PHYSIOTHERAPISTS.**

We have an advance form of electrotherapy modalities like LASER, LONGWAVE, SHOCKWAVE, IFT, TENS, SHORTWAVE, DVT PUMP & advanced form of Exercise Modalities.

Friday Close

Sunday Open

Time : 09:00 am to 09:00 pm

Home Visit Available

Published by **Mohd. Minhajuddin Mujeebi** on behalf of Darul Esha'at Khanquah Mujeebia,
Editor : Dr. Shah Fatahullah Quadri, Printed at Taj Offset Press, Daryapur, Patna-800004
and Published at Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA)